لا اله الا الله محمد رسول الله

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲۰ | محرم الحرام سنہ ۱۳۴۰ھ ٭ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر ۱۰

چندہ سالانہ عام ۶ر ۸ر طلباء ۴ر

فہرست مضامین

حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اولؓ کا مجرب اور مجوزہ نسخہ
تریاق زندگی
پچاس بیماریوں کا ایک حکمی علاج
موسمی بخار - ہیضہ . طاعون - نزلہ و زکام و کھانسی و دیگر امراض جنکی تفصیل
پرچہ استعمال میں ملاحظہ کریں - ان سب امراض کے لئے وقت بیوقت سفر و حضر میں ضرورت
پڑجاتی ہے اس لئے تریاق زندگی کی ایک آدھ شیشی گھر میں بھی اور سفر میں بھی موجود رہنی
ضروری ہے - اسمیں ایک اعجازی اثر یہ ہے . کہ مرض کے شروع ہوتے ہی استعمال ہونے پر فوری
اثر دکھاتی ہے ڈر ہے کہ زیادہ تشریح اور تفصیل اشتہاری مبالغہ نہ سمجھا جاوے اس لئے
چند ایک معزز احباب جنہوں نے اسکے استعمال سے فائدہ اٹھا کر تصدیقی سرٹیفکیٹ
دیئے ہیں - ان کے اسمائے گرامی ذیل میں لکھے جاتے ہیں - کیونکہ آجکل زیادہ پختہ اور یقینی ثبوت
معتبر شہادت ہی سمجھی گئی ہے :-
حضرت مخدومی مولوی شیر علی صاحب - مکرم مولوی حکیم غلام محمد صاحب - مخدوم و مکرم
خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب ناظر امور عامہ - مخدومی و مکرمی پیر سراج الحق صاحب (یہ خود
طبیب بھی ہیں . جنہوں نے متعدد امراض پر متعدد مرتبہ استعمال کرکے تریاق زندگی
کے کرشمے دیکھ چکے ہیں) مکرم اخویم ماسٹر مبارک اسمٰعیل صاحب بی اے بی ٹی - سردست اسی پر اکتفا کرتا ہوں
ملنے کا پتہ :- کتاب گھر - قادیان -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ملائکۃ

(حضرت خلیفۃ المسیح علیہما السلام کی تقریر سالانہ جلسہ ۱۹۲۰ء کا خلاصہ مرتب کے اپنے الفاظ میں)

(گذشتہ سے پیوستہ - ترتیب کے لئے اگست نمبر ملاحظہ ہو)

سوال - یہ کیوں نہ مانا جائے۔ کہ اشیاء کے خواص اشیاء سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ اور خود بخود ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ ان خواص کے اشیاء میں موجود ہونے اور ان کے ظاہر ہونے میں ملائکۃ کے اثر کا کوئی تعلق نہیں۔

جواب - "امر واقع" اور چیز ہے "اور کیوں نہ مانا جائے" اور بات ہے۔ جب زبردست دلائل سے ملائکۃ کی ہستی اور ان کی ضرورت کو ثابت کیا جا چکا ہے تو یہ امکان کہ اشیاء کے خواص اشیاء سے ہی تعلق رکھتے ہونگے۔ اور خود بخود ظاہر ہوتے ہونگے باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے سوال کو ہی لے لو ممکن تو تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اسی جسم کے ساتھ چلے جاتے۔ لیکن امر واقع یہ ہے۔ کہ وہ آسمان پر اپنے خاکی جسم کے ساتھ نہیں گئے۔ اور قرآن کریم اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ امکان اور قیاس کا سوال اسوقت اٹھایا جا سکتا ہے۔ جب اسکے خلاف زبردست اور قوی دلائل موجود نہ ہوں۔ یہ امکان ہو سکتا تھا۔ کہ اشیاء میں ان کے خواص خود بخود موجود ہیں اور وہ خواص خود بخود ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن جب اس امکان کے خلاف زبردست دلائل موجود ہیں کہ یہ خواص اشیاء میں ملائکۃ کے ذریعے ہی رکھے گئے ہیں اور ان کے

ذریعے سے ہی قائم ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں۔ تو یہ امکان باطل ہو جاتا ہے ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ اشیاء میں خواص ہیں لیکن یہ خواص ملائکہ کے توسط سے رکھے گئے ہیں اور انہی کے توسط سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اشیاء میں ان کے خواص کو ذاتی مانا جائے۔ تو خدائے تعالیٰ خالق مطلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پس اشیاء کے خواص کے ذاتی ہونے کے سوال کو اُٹھانے سے پہلے یہ ثابت کرنا پڑیگا۔ کہ خدائے تعالیٰ مادہ کا خالق ہے یا نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہو جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے۔ تو یہ بات ساتھ ہی حاصل ہو جائیگی۔ کہ ان اشیاء کی خواص ذاتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ اس مرحلہ کے حل ہو جانے کے بعد ہم کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خواص اشیاء میں ملائکہ کے توسط سے رکھی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک نہایت ہی لطیف ہستی ہے اور اشیاء بہت کثیف۔ اور کثیف چیز کا لطیف چیز سے براہ راست تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور دنیا کی تمام سائینسوں نے لطیف اور کثیف چیزوں میں توسط کو مانا ہے۔ انسان میں روح۔ قلب یا مائنڈ ( ) ایک چیز ہے۔ اس کے سہارے انسان تمام کام کرتا ہے۔ لیکن انسان کا قلب یا مائنڈ اسکے ہاتھ یا پاؤں اور کسی کثیف جزو کو براہ راست حکم نہیں دیتا کہ تو یہ کام کر۔ بلکہ وہ دماغ یا روح یا مائنڈ (کوئی بھی اس کا نام رکھ لو) پہلے نہایت باریک ترین اعصاب پر اس خاص فعل کے کرنے کے متعلق اثر کرتا ہے۔ وہ اعصاب پھر آگے ان سے موٹے اعصاب پر اثر کرتے ہیں۔ اور پھر وہ آگے ان سے موٹے اعصاب پر اور اسطرح ہوتے ہوتے اس خاص عضو پر اثر ہوتا ہے۔ اور وہ کام کرتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا خالق ثابت ہو گیا اور اسکے نتیجہ میں یہ امر بھی کہ اشیاء میں ان کی خواص ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی کہ کثیف چیز کا براہ راست لطیف چیز سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ تو ہمیں کوئی واسطہ ماننا پڑیگا جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اشیاء میں ان کے خواص کو قائم کیا ہو۔ اور وہ واسطہ ملائکہ ہیں۔

اس کے بعد یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ لمیۃ ملکیہ (تحریک ملکی) ترقی کرتا رہتا ہے

یعنی جو تحریکیں فرشتے انسان کو کرتے ہیں وہ بڑھتی رہتی ہیں۔ پہلے اس کو ایک فرشتہ تحریک کرتا ہے۔ جب انسان اسکی تحریکوں پر عمل کرتا ہے۔ تو وہ زیادہ تحریکوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور ایک لمہ سے دو ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ پہلے تو ایک فرشتہ اس کو تحریکیں کرتا تھا لیکن اب اسکو دو فرشتے تحریکیں کرتے ہیں اور شیطان کے مقابلہ میں اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس طرح بڑھتے بڑھتے اس کے محافظ فرشتوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ بات ہم قانون قدرت میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جو لوگ مختلف علوم کی تحقیقات ( ) کرتے رہتے ہیں۔ انپر اس تحقیقات کے دوران میں ان علوم کے متعلق نئی نئی باتیں منکشف ہوتی رہتی ہیں اسی اصل کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (۲۹-۶۹) جو لوگ ہمارے قرب کے راستے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم انپر اپنے قرب کے بہت سے راستے کھول دیتے ہیں۔ پہلے انسان ایک نیک کام کرتا ہے۔ تو اور نیکیوں کا اسکو علم دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس طرح ہوتے ہوتے ایسی نیکیوں کا اسکو علم دیا جاتا ہے جو اسکے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔ اس کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے:-

ان کل نفس لما علیھا حافظ (۸۶-۴) ہر انسان کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے جو شیطان کے مقابلہ میں اسکی حفاظت کرتا اور اسکو نیک تحریکیں کرتا ہے۔ جب اس فرشتہ کی تحریکوں پر عمل کرکے وہ زیادہ مدد کا مستحق ہو جاتا ہے۔ تو پھر دو فرشتے اسکے لئے مقرر ہوتے ہیں اس طرح ہوتے ہوتے ان فرشتوں کی تعداد یہانتک پہنچ جاتی ہے۔ کہ ہر اس سوراخ یا راستہ پر جسکے ذریعہ انسان گناہ کر سکتا ہے ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرتؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے له معقبات من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله (۱۳-۱۲) ... ...

... ... فرمایا۔ کہ ہمارا یہ بندہ ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ اس کے آگے اور پیچھے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی

حفاظت کرتے ہیں اور کسی ذریعہ سے شیطان کی اس تک پہنچ نہیں ؛

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوں تو ہر انسان کیلئے ایک فرشتہ مقرر ہے۔ مگر جسقدر کسی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہو اتنے ہی زیادہ ملائکۃ اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت قرآن کریم کی ایک اور آیت کریمہ سے بھی ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سوراخ پر فرشتے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والملٰئکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (۱۳-۲۴) فرمایا جب مرنے کے بعد لوگ جنت میں جائینگے تو فرشتے ہر دروازے سے آکر ان کو سلام کہینگے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ فرشتے اتنے زیادہ ہونگے۔ کہ ایک دروازہ سے نہیں آسکینگے۔ اگر یہ بات ہوتی۔ تو دروازوں کی بجائے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام وہ فرشتے جو دنیا میں اسکے مختلف سوراخوں کی حفاظت کرتے تھے اور شیطان کے مقابلہ میں اسکو محفوظ رکھتے تھے۔ اپنے ساتھی کو جنت میں دیکھ کر خوش ہونگے اور آکر اسکو مبارکباد کہینگے ؛

رہی یہ بات کہ آیا کئی دروازوں سے شیطان برائی کی تحریک کرتا ہے۔ یا نہیں یہ ایک نہایت موٹی بات ہے۔ اور ہر انسان جانتا ہے۔ کہ انسان کبھی آنکھ کے ذریعہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے کبھی کان کے ذریعہ سے۔ کبھی سونگھنے کے ذریعہ سے۔ کبھی چھونے کے ذریعہ سے۔ بعض دفعہ یہ سنکر کہ فلاں شخص کے پاس بہت روپیہ ہے اس کو چوری کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کسی کے پاس روپیہ دیکھ کر اسکے دل میں یہ بد تحریک ہوتی ہے۔ پہلی مثال میں کان کے ذریعہ اس نے گناہ کیا اور دوسری مثال میں آنکھ کے ذریعہ۔ غرض اسکی تمام حسیں اسکے دل کے دروازے ہیں جن کے ذریعہ وہ نیک یا بد کام کرتا ہے۔ ان تمام دروازوں پر ایک ایک فرشتہ اسکی حفاظت کیلئے مقرر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن خاص اور عام لوگوں کے ان محافظ فرشتوں میں فرق ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ عام لوگوں کے محافظ فرشتے صرف بری

تحریکوں کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔ مگر خاص لوگوں کے محافظ فرشتے ان بُری تحریکوں کو بھی نیک کر کے اندر بھیجتے ہیں۔ ایک شخص کسی کے مال کی کثرت دیکھ کر یا سُنکر اس کے مال کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص بندے کے دل میں اس کثرت مال کے متعلق سُنکر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اور بھی زیادہ مال دے اور وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندوں یا نبیوں کے متعلق فرشتوں کے فرائض اور بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ کسی بُری تحریک کو ان کے دل کے اندر نہیں جانے دیتے یا اس بُری تحریک کو نیک تحریک بناکر اندر جانے دیتے ہیں بلکہ جو بات ان سے نکلتی ہے اس کو پاک اور بابرکت کرتے ہیں۔ ان کا کسی کی طرف دیکھنا یا اس کو چھونا سب بابرکت ہوتا ہے۔

سوال ۔ اب ایک سوال ہوتا ہے۔ کہ کسی کے مال کو دیکھ کر بُرا خیال پیدا ہوتا ہے تو یہ خیال تو اندر پیدا ہوا۔ اس کو بیرونی شیطانی تحریک کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ اور اسکے متعلق فرشتے کیا حفاظت کر سکتے ہیں؟

جواب ۔ اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ بغیر کسی بیرونی تحریک کے خیال اندر ہی اندر پیدا ہوا۔ آخر اس چوری کے خیال کا کوئی محرک ہوگا اور وہ محرک چیز باہر ہی ہوگی۔ مگر بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان کے دل پر دوسرے آدمی کی قلبی حالت اور خیالات کا اثر بھی جاتا ہے۔ اور یہ اثر اس شخص کے پاس بیٹھنے۔ اس سے باتیں کرنے وغیرہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ علم مسمریزم اسکی ایک زبردست مثال ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے تو سو گیا تو سو گیا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی کرتا ہے کہ وہ سو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص واقعی سو جاتا ہے۔ اور ایک شخص کے دل کی حالت کے دوسرے شخص پر اثر پڑنے کے متعلق **ایک نہایت** لطیف واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس گورنمنٹ کالج لاہور سے ایک سکھ طالب علم کا خط آیا۔ کہ پہلے وہ خدا کا قائل تھا لیکن اب کچھ دنوں سے اس کے

دل میں خدائے تعالیٰ کی ہستی کے متعلق شکوک پڑنے شروع ہو گئے ہیں۔ حضرت صاحب نے اس کو لکھا۔ کہ اپنی جگہ بدل لو۔ چنانچہ جگہ بدلنے پر اس کے دل سے وہ شکوک جاتے رہے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والا طالب علم دہریہ تھا۔

پس ایک انسان کی قلبی کیفیت کا اثر اسکے ہم نشین پر پڑتا ہے۔ نیک کا اچھا اثر۔ بُرے کا بُرا اثر۔ اسی لئے بُرے لوگوں کی صحبت سے منع کیا گیا اور کونوا مع الصادقین کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن جب ملائکہ اس کے تمام سوراخوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو وہ مجلس اور صحبت کی بد اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مجلس میں بیٹھکر استغفار کرنا اپنی اُمت کو سکھانا تھا۔ کہ حاضرین مجلس کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے۔ ورنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی کا کیا اثر پڑنا تھا۔

اس کے بعد یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شریعت نے انسان کے ذاتی بُرے خیالات کو بھی شیطان قرار دیا ہے۔ اور اچھے خیالات کو فرشتہ۔ ہر نیک یا بد تحریک فرشتے یا شیطان سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل تحریک تو انسان کے دل سے ہی پیدا ہوتی ہے لیکن فرشتہ یا شیطان اس تحریک کو بڑھاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایک وضو کا شیطان ہوتا ہے اس کا نام ولہان ہے وہ وضو کرتے ہوئے انسان سے پانی بہت گرواتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ شیطان آکر انسان سے یہ فعل کراتا ہے بلکہ انسان کے اس وسوسے کا نام شیطان رکھ دیا جس میں پڑ کر آدمی زیادہ پانی گراتا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کے شیطان کا نام خنزب ہے۔ یہ مرکب لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں مصیبت میں گرفتار۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص مصیبت یا تکلیف میں پڑا ہوا ہوتا ہے وہ نماز میں سوچتا رہتا ہے۔ تو گویا نماز میں جو خیالات دل میں اُٹھتے ہیں ان کا نام شیطان رکھ دیا۔ ہر تحریک خواہ بُری ہو یا اچھی پہلے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ (انسان تو فطرتاً پاک پیدا ہوا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ لیکن بعد کے حالات اور صحبتوں سے بگڑ جاتا ہے)

شیطان یا فرشتہ اس تحریک کو بڑھاتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من کان فی قلبہ واعظٌ کان علیہ من اللہ حافظٌ۔ پہلے تو تحریک اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر کند ہم جنس باہم جنس پرواز والا معاملہ ہوجاتا ہے۔ فرشتہ یا شیطان آکر اس تحریک کو بڑھاتا ہے ؎

ہم روحانی ترقی کس طرح حاصل کر سکتے ہیں

اب سوال ہوتا ہے اور اصل سوال یہی ہے۔ کہ ہم روحانی ترقی کس طرح کریں۔ اس کا اصل طریق یہ ہے۔ کہ انسان اپنے دل کا مطالعہ کرتا رہے۔ وہ یہ دیکھے۔ کہ اس کے دل میں نیک تحریکیں زیادہ ہوتی ہیں یا بد تحریکیں زیادہ۔ وہ اپنی حالت کا موازنہ اپنی نمازوں روزوں اور چندوں سے نہ کرے۔ بلکہ اپنے دل کی کیفیت سے کرے۔ اصل تبدیلی اندرونی شکل ہوتی ہے۔ لوگ انسان کے اعمال سے اس کے متعلق فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر وہ خود اپنے دل کی کیفیت سے اپنے متعلق فیصلہ کرے۔ کیونکہ وہ اپنے دل کو خوب جانتا ہے۔ بجائے اسکے کہ وہ اپنے اعمال کی ترقی کی طرف دیکھے اس کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسکے دل میں نیک تحریکوں کی کثرت ہوئی ہے یا قلت۔ اگر وہ پانچ کی بجائے دس نمازیں پڑھتا ہے لیکن اس کا دل نماز سے متنفّر ہے۔ تو سمجھے کہ اس کا قدم اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں اُٹھ رہا۔ لیکن اگر اس کے دل میں بار بار نیکی کی تحریک ہوتی ہے گو اسے عمل کی توفیق نہیں بھی ملتی۔ تو سمجھے کہ فرشتوں کا تعلق اس سے زیادہ ہے۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنے اعمال کی بجائے اپنے دل کی کیفیت سے اپنی حالت کا اندازہ لگائے اور دیکھے کہ اس کو نیک تحریکیں زیادہ ہوتی ہیں یا بد۔ کہ اسی پر اسکی روحانی ترقی و تنزل کا مدار ہے ؎

ذرائع جن سے معلوم ہو سکے کہ ہمارے دل پر شیطان کا اثر زیادہ ہے یا فرشتے کا

پہلا طریقہ انسان دیکھے۔ کہ کیا نیکی کی تحریک پیدا ہو چکنے کے بعد بدی کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو اس سے فرشتے کا تعلق بہ نسبت شیطان کے زیادہ ہے۔ کیونکہ فرشتہ نیک تحریک کرکے اپنے تعلق کو بڑھانا چاہتا ہے۔ لیکن شیطان آکر اس میں رکاوٹ

ڈالنا چاہتا ہے۔ پس جسوقت کسی کے دل میں بُرائی کی تحریک پیدا ہو۔ وہ فوراً دیکھے۔ کہ اس بدتحریک سے پہلے نیکی کی تحریک ہو چکی تھی یا نہیں اگر ہو چکی تھی۔ تو سمجھے کہ اس کی حالت قابل اطمینان ہے اور فرشتہ کا اس سے شیطان کی نسبت بہت زیادہ تعلق ہے *

دوسری حالت اسکے اُلٹ ہے۔ اگر اسکو بُرا خیال پیدا ہوتا ہے مگر اس بُری تحریک کے بعد فوراً ہی نیک خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تو سمجھ لے۔ کہ گو ملائکۃ کا تعلق اس سے بہت زیادہ نہیں لیکن ملائکۃ نے اس کو بالکل چھوڑ بھی نہیں دیا۔ جسوقت شیطان اس کو بد تحریک کرتا ہے تو فرشتے اسکو تباہ ہوتا دیکھ کر فوراً اس کی مدد کو آتے ہیں اور نیک تحریک کرتے ہیں۔ ایسی حالت سے سمجھ لینا چاہیئے کہ تمہارا میلان اب بُرائی کی طرف زیادہ ہو جارہا ہے گو فرشتوں نے تم سے ابھی محبت کا تعلق ترک نہیں کیا *

تیسری حالت۔ مایوسانہ ہے۔ بدی کی تحریک ہوتی ہے اور اسپر متواتر کئی دن گذر جاتے ہیں اور کوئی نیک تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ ایسا شخص سمجھ کہ وہ پورے طور سے ملاکت کے مُنہ میں ہے۔ یہ تین طریق بدی کی تحریک کو دیکھنے کے ہیں *

نیکی کی تحریک دیکھنے کے یہ طریق ہیں۔ پہلے نیک خیال پیدا ہو۔ پھر معاً ہی بدتحریک ہو جائے۔ یہ نیکی کا ادنیٰ زینہ ہے۔ اس سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ فرشتے پورے طور سے اسکی حفاظت نہیں کر رہے۔ اس سے بڑھکر یہ حالت ہے۔ کہ انسان ترقی کرتے کرتے یہانتک پہنچ جاتا ہے۔ کہ نیک تحریکیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کبھی کوئی بد تحریک بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ شیطان کے اس تک پہنچنے کے بہت سے دروازے تو بند ہو چکے ہیں۔ کوئی ایک آدھ سوراخ کھلا ہے۔ اس سے ترقی تو بہت اعلیٰ وارفع ہے ان طریقوں سے انسان معلوم کر سکتا ہے۔ کہ وہ بدی میں بڑھ رہا ہے یا نیکی میں ترقی کر رہا ہے *

انسان کے اندر کونسی تحریک زیادہ زبردست ہے ملکی یا شیطانی؟

اب سوال ہوتا ہے۔ کہ انسان کے اندر ملکی تحریک زیادہ زبردست

یا شیطانی تحریک۔ یعنی انسان تک پہنچنے کے لئے فرشتے کے لئے زیادہ راستے کھلے ہیں یا شیطان کیلئے۔ صوفیاء کرام سے ایک غلطی ہوئی ہے اور وہ غلطی ایک بات کے غلط مفہوم سمجھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ انسان تک پہنچنے کے لئے فرشتے کا تو ایک ہی راستہ ہے لیکن شیطان کیلئے کئی راستے کھلے ہیں۔ لیکن یہ بات قانون قدرت اور قرآن شریف کے بالکل خلاف ہے۔ قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کے اندر خیالات بیرونی اثرات سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جتنے راستے برے خیالات کے پیدا ہونے کے ہیں اتنے ہی راستے نیک خیالات کے پیدا ہونے کے بھی ہیں۔ اگر ایک شخص آنکھ۔ کان۔ زبان و ہاتھ وغیرہ سے گناہ کر سکتا ہے۔ تو انہی ذرائع سے وہ نیک کام بھی کر سکتا ہے۔ ان راستوں سے اگر شیطان داخل ہوتا ہے تو انہی سے فرشتہ بھی اپنی تحریک کرتا ہے۔ پھر قرآن کریم سے بھی یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ کہ شیطان کیلئے تو کئی راستے انسان کو خراب کرنیکے ہیں لیکن ملائکہ کیلئے ایک ہی راستہ کھلا ہے۔ ان کو دھوکہ اس آیت سے لگا ہے

ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ

(۶-۱۵۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے کو ایک راستہ قرار دیا ہے اور اسکے خلاف شیطانی راستوں کو بہت سے راستے قرار دیا ہے۔ لیکن اس آیت کے معنی سمجھنے میں ان کو غلطی لگی ہے۔ اول تو انکے خیال کی تردید قرآن کریم کی دوسری آیت سے ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ (۲۹-۶۹) اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستوں کو بہت سے راستے فرمایا ہے۔ پہلی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ مختلف مذاہب کی اتباع سے انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ خدا تک پہنچنے کے لئے صرف ایک مذہب اسلام ہے ہاں اسلام میں آگے مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یعنے یہ کہ شیطان تم کو کبھی آریہ ہونے کی تحریک کرتا ہے۔ کبھی عیسائی ہونیکی۔ کبھی کوئی مذہب اختیار کرنے کی۔ لیکن میرا سیدھا راستہ اسلام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ (ہر چیز پہ میری رحمت غالب ہے) پھر حدیث شریف میں آتا ہے ان رحمتی غلبت غضبی۔

پس معلوم ہوا کہ ملکی تحریک غالب ہے اور شیطانی تحریک مغلوب۔ اب سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر ملکی تحریک غالب ہے تو بُرے لوگ دنیا میں نیک لوگوں کی نسبت زیادہ کیوں ہیں؟

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شیطانی اور ملکی تحریکات کا مقابلہ بُرے اور اچھے لوگوں کی تعدادسے نہیں لگانا چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہر انسان کے دل میں نیک تحریکیں زیادہ ہوتی ہیں یا بد تحریکیں زیادہ۔ اس معیار سے معلوم ہوجائیگا۔ کہ دنیا میں بدمعاش سے بدمعاش انسان کو بھی نیک تحریکیں، بد تحریکوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں۔ چور ایک چوری کرتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اسمیں کئی نیکیاں ہونگی۔ کوئی انسان دنیا میں ایسا نہیں ملیگا جسمیں بُرائیاں نیکیوں کی نسبت زیادہ ہوں۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث "کہ ایک وقت جہنم پر ایسا آئیگا کہ اسمیں کوئی شخص نہ ہوگا" بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ملکی تحریک شیطانی تحریک پر غالب ہے۔ لیکن سوال اُٹھتا ہے۔ کہ پھر دنیا میں بُرائی زیادہ کیوں معلوم ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بُرائی پر ہر شخص کی نظر پڑتی ہے اور وہ نمایاں ہوتی ہے۔ اسی لئے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کا تمام چہرہ خوبصورت ہو مگر صرف ناک میں نقص ہو۔ تو وہ نقص چہرے کی باقی خوبصورتی کے مقابلہ میں بہت زیادہ نمایاں نظر آئیگا ٭

فرشتہ تحریک کس طرح کرتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں اپنے تجربا و خدا کے ان مقرب لوگوں کے تجربہ کی بنا پر جن کو ان باتوں کا علم دیا گیا ہے بتاتا ہوں۔ کہ فرشتے کن طریقوں سے انسان کے دل میں نیک تحریک کرتے ہیں ٭

پہلا طریقہ۔ جب انسان کوئی نیک کام کرتا ہے۔ تو فرشتہ اسکو وسیع کرتا ہے اور اس نیک کام کی اس کے دل میں محبت پیدا کرتا ہے۔ جب یہ زیادہ نیک ہوجاتا ہے تو ہر نیکی کے وقت اسکو اطلاع دیتا ہے کہ یہ نیکی کا موقعہ ہے اس سے فائدہ اُٹھالے ٭

دوسرا طریقہ۔ دوسرا طریقہ ملک کے تحریک کرنے کا یہ ہے۔ کہ وہ انسان کے علم کی زیادتی کرتا رہتا ہے۔ اس سے اسمیں نیک تحریکیں زیادہ پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ کہ یہ بھی نیکی ہے اور اسکو

کرلوں یہ نیک کام ہے اس کو بھی بجالاؤں۔ مگر اسمیں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ فرشتہ انسان کو مجبور کرکے اس سے نیکی کرواتا ہے۔ اصل منبع ہر نیکی یا بدی کا انسان کا دل ہے۔ فرشتہ صرف اس کے دل پر اپنا پر تو ڈالتا ہے۔ اور نیکی کی راہوں کو اسپر آسان کرتا ہے اور نیک کاموں کی اس کے دل میں محبت ڈالتا ہے۔ یہی حال شیطان کا ہے وہ بھی کسی کو بدی پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ بدی کے راہ کو آسان کرتا اور بدی کی محبت انسان کے دل میں ڈالتا ہے۔

تیسرا طریقہ۔ فرشتہ اس کو ایسے مقامات پر لے جاتا ہے جہاں اس کو نیکی کی تحریک ہو۔ آگے اس تحریک کا حاصل کرنا اس کا اپنا کام ہے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ جب شیطان ہی انسان کو برائی کی تحریک کرتا ہے تو گناہ کیسا؟۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ شیطان کی تحریک پر کسی شخص کو کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکے دبانے اور اسپر عمل نہ کرنے سے اسکو ثواب ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ اس بدتحریک کو عملی جامہ پہنائے تو اسکو گناہ ہوگا۔ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرے دل میں ایسے ایسے خیالات اُٹھتے ہیں۔ کہ زبان ان کو بیان نہیں کرسکتی۔ فرمایا یہی نور ایمان ہے جو ان خیالات کو دباتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ فرمایا کہ صرف بدخیالات کے دماغ میں آنے سے گناہ نہیں ہوتا ہاں اگر تم ان خیالات کی اشاعت کرو یا ان کو دل میں جمائے رکھو تب ضرور تمہارا محاسبہ ہوگا۔

اب سوال ہوتا ہے کہ شیطان کس طرح تحریک کرتا ہے؟

جواب۔ شیطان کی تحریک دو قسم کی ہوتی ہے۔ جو لوگ نیک ہوتے ہیں ان کو بظاہر نیک تحریکوں سے خراب کرتا ہے۔ اور جب وہ فرشتوں کی حفاظت سے نکلکر اسکے قبضہ میں آجاتے ہیں تب ان کو بدتحریکیں کرتا ہے۔

پھر سوال ہوتا ہے۔ کہ جب شیطان بھی بعض دفعہ بظاہر نیک کام کی تحریک کرتا ہے تو پھر فرشتے اور شیطان کی تحریک میں امتیاز کیا ہے۔ ایک تحریک کے ہونے پر انسان کس طرح سے معلوم کرے کہ یہ تحریک ملکی ہے یا شیطانی؟

پہلا امتیاز۔ فرشتہ کی طرف سے جو تحریک ہوگی اس کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوگا۔ اور جو تحریک بظاہر نیک معلوم ہو مگر اس کا نتیجہ بد ہو تو سمجھو۔ کہ وہ تحریک شیطان کی طرف سے ہے ص ورنہ شیطان کی طرف سے کسی شخص کو نماز کے لئے لوگوں کے سامنے سخت الفاظ میں نصیحت کرنا اس طرح کہ اسکو غضب آجائے اور وہ بجائے باقاعدہ نماز پڑھنے کے بالکل نماز پڑھنا چھوڑ دے ایک شیطانی تحریک ہے۔ یہ تحریک تو بظاہر نیک ہے مگر اس کا نتیجہ بُرا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل ایک لطیف واقع بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپکا ایک داماد آپکے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک رئیس حضرت خلیفہ اوّل رض کو ملنے آیا۔ اس کا پاجامہ ٹخنوں کے نیچے تھا۔ حضرت مولوی صاحب کے داماد نے اسکے ٹخنوں پر مسواک مار کر کہا کہ تُو جہنمی ہے تجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ ہونے سے منع فرمایا ہے۔ وہ رئیس غصے میں آگیا اور نہایت غلیظ گالی دیکر کہنے لگا مَیں نہیں جانتا کہ کون تمہارا رسول ہے۔ یہ شیطانی نیک تحریک کی ایک عمدہ مثال ہے ؛

دوسرا امتیاز۔ فرشتے کی تحریک میں موازنہ ہوتا ہے۔ جب کسی کو نیک کام کی تحریک ہو وہ دیکھے کہ جس کام کے متعلق مجھے تحریک ہوئی ہے اس کام سے جو مَیں کر رہا ہوں ثواب میں بڑا ہے یا چھوٹا۔ اگر تو وہ کام جس کے متعلق تحریک ہوئی ہے اس کام سے جو وہ کر رہا ہے ثواب میں بڑا ہے تو وہ ملکی تحریک ہے اور اگر وہ کام جسکے متعلق تحریک ہوئی ہے ثواب میں اس کام سے جو وہ کر رہا ہے چھوٹا ہے تو وہ تحریک شیطانی ہے۔ قانون قدرت میں بھی موازنہ ہے۔ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان ہو رہی ہے۔ جہاں بڑی چیز چھوٹی کے لئے قربان ہو رہی ہو وہاں سمجھو کہ شیطانی تحریک ہے۔ اگر نماز کھڑی ہو اور انسان کے دل میں تحریک ہو کہ مَیں نفل پڑھ لوں۔ تو وہ شیطانی تحریک ہوگی۔ سرسید سے کسی نے کہا۔ کہ آپ اپنے کام میں اتنے منہمک ہوتے ہیں کہ نماز تک نہیں پڑھتے۔ وہ جواب میں کہنے لگے کہ مَیں بھی دین کا کام ہی کر رہا ہوں۔ سرسید بے شک اپنے کام کو نیک سمجھ کر کر رہے تھے۔ لیکن اپنے کام کے مقابلہ میں نماز چھوڑ دینا شیطانی تحریک تھی۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ شاہ صاحب کی رشتہ میں ایک

ص پس جس وقت کسی شخص کو نیک تحریک ہو تو وہ سوچ لے کہ اسکا نتیجہ اچھا ہوگا یا برا۔ اگر نتیجہ اچھا ہے تو وہ تحریک ملک کی طرف سے ہے۔

بہن کا واقعہ ہے۔ کہ ان کو تسبیح و تحمید میں ایسا لطف محسوس ہونے لگا کہ آہستہ آہستہ انہوں نے نوافل اور سنتیں تک بھی ترک کر دیں اور تسبیح و تحمید ہی کرتی رہتی تھیں کچھ دنوں کے بعد انہوں نے شاہ ولی شاہ صاحب سے عرض کیا۔ کہ اب تو تسبیح و تحمید میں اتنا لطف محسوس ہونے لگا ہے کہ فرضوں کو بھی چھوڑنے کو دل چاہتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا لاحول بہت پڑھو اس نسخہ پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ خواب میں ان کو شیطان دکھائی دیا اور کہنے لگا کہ میں نے تو تجھے تباہ کر دیا تھا۔ لیکن تیرے بھائی نے تجھے بچا لیا۔ یہ وسوسہ بہت عام ہے بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ بغیر تعلیم کے ترقی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تبلیغ سے پہلے تعلیم ہونی چاہیئے اور سارا زور اسی پر لگانا چاہیئے۔ اس وسوسے کا یہی جواب ہے۔ کہ اس بات میں موازنہ نہیں۔ سب کچھ تعلیم پر خرچ کر دینا ایسا ہی ہے جیسے دس آدمیوں پر جتنا خرچ ہوتا ہے اس سے ایک آدمی کے لئے پلاؤ قورمہ وغیرہ تیار کر دیا جائے۔ اور باقی سب کو بھوکا مارا جائے۔ پس یہ غلطی ہوگی کہ ان ذرائع سے جن سے بہت سے لوگوں کو روحانی زندگی حاصل ہو سکتی ہے چند اشخاص کی تعلیم پر خرچ کیئے جائیں۔ یہ بڑی بات کو چھوٹی پر قربان کرنا ہوگا اور اصول موازنہ کے خلاف ہونے کے باعث مضر ہوگا۔ اس موازنہ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں استفت قلبك ولو افتاك المفتون۔ تمام دنیا کے مولویوں کے مقابلہ میں اپنے نفس سے فتویٰ پوچھ۔ شریعت کے احکام کے سوائے جن میں کسی انسان کو چون وچرا کی گنجائش نہیں باقی کاموں میں انسان کا دل سب سے اچھا فتویٰ دے سکتا ہے۔ اور موازنہ کر سکتا ہے۔

تیسرا امتیاز۔ ملکی تحریک میں ترتیب ہوتی ہے۔ خیر خواہ استاد اپنے شاگرد کو الف بے سے شروع کرا کر آہستہ آہستہ تعلیم دیگا۔ مگر بد خواہ استاد پہلے دن ہی اپنے شاگرد کو ایسا مشکل سبق شروع کرائیگا کہ اس کا دل تعلیم سے متنفر ہو جائیگا اور وہ بالکل بے علم رہ جائیگا۔ یہی حال شیطانی تحریک کا ہے۔ شیطان انسان کو کہتا ہے۔ کہ تو لگاتار تین عبادت کر کہ تو ایک دن میں ولی بن جائے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ اسکا دل اکتا جاتا ہے۔ اور جتنی عبادت وہ پہلے کرتا تھا۔ اس سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جب بعض صحابہؓ کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ وہ تمام دن روزے رکھتے ہیں۔ اور رات بھر تہجد پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ لیکن شیطان کے خلاف فرشتہ انسان کو آہستہ آہستہ نیکی کی تحریک کرتا ہے۔ جس سے وہ نیک بھی ہو جاتا ہے اور اس کے دل پر حد سے زیادہ بوجھ بھی نہیں پڑتا۔ شیطان انسان سے عجلت کروانا چاہتا ہے اور ملک اسکو آہستہ آہستہ روحانی مدارج طے کروانا چاہتا ہے ؞

چوتھا امتیاز۔ فرشتہ کی تحریک میں مشتبہ باتوں کو چھوڑنے کا حکم ہوتا ہے۔ اور جو خالص نیکی کی باتیں ہیں۔ ان کو کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ لیکن شیطانی تحریک میں مشتبہ باتوں پر زیادہ زور ڈالا جاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آہستہ آہستہ انسان بہت بری بری بدیاں کرنے لگ جاتا ہے ؞

پانچواں امتیاز۔ ملکی تحریک یہ ہوتی ہے کہ جس نیکی میں انسان مشغول ہو۔ اسمیں زیادہ شوق دلایا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص سنوار کر نماز پڑھ رہا ہے تو ملک اس کو تحریک کریگا کہ اور سنوار کر پڑھ۔ مگر شیطانی تحریک یہ ہوتی ہے۔ کہ شیطان انسان سے وہ نیکی جسمیں وہ مشغول ہوتا ہے چھڑواتا ہے اور دوسری نیکی کی تحریک کرتا ہے۔ تا کہ اس نیکی سے تو ہٹ جاوے۔ باقی پھر دیکھا جائیگا ؞

چھٹا امتیاز۔ کبھی شیطانی تحریک یہ ہوتی ہے۔ کہ دوسروں کے عیوب اسپر ظاہر کیئے جاتے ہیں۔ لیکن ملائکہ کی تحریک یہ ہے۔ کہ دوسروں کے متعلق اس کے دل میں ہمیشہ نیک خیال ڈالا جاتا ہے۔ شیطان کہتا ہے فلاں میں یہ عیب ہے فلاں میں یہ۔ تو بڑا نیک ہے اس طرح اسکو تکبر میں مبتلا کرکے ہلاک کرتا ہے۔ لیکن ملک کہتا ہے فلاں میں یہ نیکی ہے یہ نیکی ہے تو اس سے بڑھنے کی کوشش کر۔ فرشتہ حسن ظنی اور شیطان بدظنی پیدا کرتا ہے ؞

ساتواں امتیاز۔ اگر انسان دو نیکیاں کر رہا ہو۔ تو شیطان اسکو ایک نیکی کی طرف متوجہ رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن فرشتہ دونوں کی تحریک کرتا رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے

کہ جس نیکی سے شیطان ہٹانا چاہے اسکی طرف زیادہ توجہ کرے۔ دو نیکیوں کی آسان مثال چندہ اور تبلیغ ہے۔

آٹھواں امتیاز۔ یہ بہت باریک لیکن شیطان کا نہایت خطرناک دھوکا ہوتا ہے۔ جب انسان کوئی نیکی کرنے لگتا ہے۔ تو شیطان اس کے دل میں تحریک کرتا ہے۔ کہ اگر تُو یہ کام کریگا تو لوگ تجھے ریاکار کہینگے۔ اس خیال سے وہ نیک کام چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن مومن انسان فرشتہ کی تحریک کے ماتحت کہتا ہے خواہ لوگ مجھے ریاکار کہیں یا کچھ مَیں تو یہ کام کرونگا۔ سو شیطان بعض دفعہ ریا کا خیال انسان کے دل میں پیدا کرکے اسکو نیک کام کرنے سے محروم کر دیتا ہے۔

ان تمام صورتوں میں مومن کو چاہیئے۔ کہ جس نیکی میں اس کی توجہ نہیں لگتی اس کو زیادہ کرے۔ اگر چندہ زیادہ دینے کو دل نہیں چاہتا تو چندہ زیادہ دے۔ اگر تبلیغ کرنے کو دل نہیں چاہتا تو تبلیغ زیادہ کرے۔ طالب علم جس مضمون میں کمزور ہوتا ہے اسی کی طرف زیادہ توجہ کرتا ہے یہی مومن کا حال ہونا چاہیئے۔

شیطانی تحریک سے بچنے کے کیا طریق ہیں

پہلا طریق۔ جب شیطان کسی شخص سے ایک نیکی چھڑا کر دوسری نیکی کی تحریک کرے جس سے اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ کوئی نیکی بھی نہ کر سکے۔ تو اس شخص کو چاہیئے کہ وہ دونو نیکیاں کرلے۔ مثلاً شیطان تسبیح و تحمید میں اس کا دل زیادہ لگا کر فریضہ نماز سے اسکو ہٹانا چاہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ فرض نماز بھی باقاعدہ ادا کرے اور تسبیح و تحمید بھی کثرت سے کرے۔ شیطان تب ہی انسان کا پیچھا چھوڑتا ہے اور مایوس ہوتا ہے جب اسکی بات کو توڑا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت معاویہؓ کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے وقت ان کی آنکھ نہ کھلی۔ اور جب آنکھ کھلی تو نماز کا وقت گذر چکا تھا۔ اسپر حضرت معاویہؓ تمام دن روتے رہے۔ دوسرے دن صبح کی نماز کے ٹھیک وقت پر انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص انکو

نماز کے لئے اُٹھاتا ہے آپنے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا مَیں شیطان ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا۔ تمہارا کام تو نماز سے غافل کرنا ہے۔ نہ کہ اسکی تاکید کرنا۔ شیطان نے کہا۔ کہ کل تمہیں نماز سے غافل کر کے مَیں بہت نقصان اُٹھا چکا ہوں نماز کے افسوس میں تمہارے تمام دن کے رونے کے سبب تمہیں اللہ تعالیٰ نے کئی نمازوں کا ثواب دیدیا۔ مَیں آیا ہوں۔ تاکہ تم کل کی طرح بہت سی نمازوں کا ثواب حاصل کرلو۔ پس انسان کو شیطان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیئے۔

دوسرا طریق۔ انسان شیطان کی تحریک کو نیکی کے رنگ میں استعمال کرے۔ وہ اس طرح سے کہ شیطان کے اثر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عام اثرات جیسے بد خیالات کا پیدا کرنا جن کا اثر بہت نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے یہاں تک کہ نبیوں پر بھی پڑتا ہے آگے اس اثر کا قبول کرنا یا نہ کرنا اور بات ہے۔ دوسرے خاص اثرات۔ یہ انہی لوگوں پر پڑتے ہیں۔ جو شیطان کے زیر اثر ہو جاتے ہیں۔ ان اثرات سے بچنے کے لئے انسان کو اپنے اندر قوت ارادی کو بڑھانا چاہیئے اگر انسان کے اندر قوّت ارادی کم ہو۔ تو شیطان اسپر غلبہ پالیتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی قوت ارادی کو بڑھالے۔ تو نہ صرف یہ کہ وہ شیطان کے بداثر سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ اسکی تحریکوں کو نیک تحریکوں میں بدل دیتا ہے۔ مثلاً ایک قوی آدمی ہے۔ اسمیں مادہ شہوت زیادہ ہے۔ شیطان اسکو زنا کی تحریک کریگا۔ لیکن اگر اسمیں قوّت ارادی زیادہ پیدا ہو چکی ہے۔ تو وہ کہیگا۔ کہ مَیں خوب مضبوط انسان ہوں۔ زیادہ دیر تک نماز میں قیام کر سکتا ہوں۔ زیادہ دیر تک ذکر اللہ میں مشغول رہ سکتا ہوں۔ مجھے اپنی طاقت کو اس کام میں خرچ کرنا چاہیئے۔ اس طرح سے شیطانی بد تحریک قوّت ارادی کے ذریعہ سے نیک تحریک میں بدل جاتی ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے ذریعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شیطان بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ حدیث ہے

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجنّ وقرینہ من الملٰئکۃ قالوا وایّاک یا رسول اللّٰہ قال وایّای ولکن اللّٰہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں۔ کہ شیطان آپ کو نیک تحریکیں کرتا تھا۔ شیطان کا کام تو بری تحریکیں کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت ارادی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ کہ شیطان کی بد تحریک آپ پر پڑ کر نیک تحریک ہو جاتی تھی۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے گندے پانی کو فلٹر کیا جائے۔ تو گند علیحدہ ہو جائیگا اور پانی صاف ہو کر علیحدہ ہو جائیگا یا جس طرح گنے کو بیلنے میں ڈالا جاتا ہے۔ پھوگ علیحدہ ہو جاتا ہے اور رس علیحدہ گرتی جاتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جب شیطان کی کوئی بری تحریک پڑتی۔ گندہ حصہ باہر رہ جاتا اور پاک حصہ اندر چلا جاتا۔ تو دوسرا طریق شیطانی تحریک سے بچنے کا اور اس کی بد تحریکوں کو نیک تحریکوں میں بدلنے کا اپنے اندر قوت ارادی کو بڑھانا ہے ؀

فرشتہ کی تحریک کو بڑھانے کا طریق

ہم قانون قدرت میں دیکھتے ہیں۔ کہ کسی چیز کو بڑھانے کا یہ طریق ہوتا ہے۔ کہ اسکو زیادہ استعمال میں لایا جائے۔ بار بار کے استعمال سے ہر چیز بڑھتی ہے۔ اگر ہم نے اپنی صحت جسمانی کو بڑھانا ہو۔ تو ہم باقاعدہ ورزش کرتے ہیں۔ کسی خاص عضو کی طاقت کو بڑھانا ہو۔ تو اس خاص عضو سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ اسی اصول پر عمل کر کے بعض لوگ ایک ایک تولہ سنکھیا کھا جاتے ہیں۔ اور ان کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ آہستہ آہستہ اور بار بار سنکھیا کا استعمال کر کے وہ اسکو ہضم کرنے کی استعداد اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ پھر بعد میں زیادہ مقدار میں بھی کھا جاتے ہیں اور کوئی نقصان ان کو نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے فرشتے کی تحریک۔ پر بار بار عمل کرنے سے وہ تحریک زیادہ ہوگی ؀

سوال۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جسمانیات میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایک خاص عادت کے پیدا کرنے سے ایک محدود استعداد اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص زیادہ کھانے کی عادت ڈالے۔ تو اس عادت کا یہ نتیجہ ہوگا

کہ وہ پانچ یا چھ یا زیادہ سے زیادہ آٹھ دس آدمی کا کھانا کھا سکیگا۔ اس سے زیادہ کھانا اس کے لئے مضر ہوگا۔ تو کیا روحانیات میں بھی فرشتے کی تحریک ایک حد تک پہنچکر مضر ہوجاتی ہے؟۔

جواب۔ جسم کو روح کے ساتھ مشابہت نہیں دی جاسکتی۔ جسم ایک فانی چیز ہے صرف ایک محدود وقت تک قائم رہ سکتا ہے۔ اس لئے اسکی قوتیں بھی ایک مقررہ حد تک ترقی کرسکتی ہیں۔ معدہ عادت سے ایک خاص حد تک بڑھایا جاسکتا ہے اسی طرح سینہ ورزش سے ایک خاص حد تک۔ یہی حال دوسرے اعضاء کا ہے لیکن روح چونکہ ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے۔ اس لئے اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں اور روحانی طاقت کے بڑھانے کے ذرائع بھی غیر محدود ہیں۔ اس لئے فرشتے کی تحریک خواہ کتنی بھی بڑھ جائے۔ وہ مضر نہیں ہوگی۔ جسم میں دماغ صرف ایک ایسا حصہ ہے جو جسم اور روح میں واسطہ ہے۔ اور اسکی ترقی کی کوئی حد نہیں۔ جتنا دماغی قوتوں کو بڑھاتے جاؤ وہ بڑھتی جائینگی۔

دوسرا طریق فرشتہ کی تحریک کو بڑھانے کا مشہور مصرع کند ہم جنس باہم جنس پرواز ہے۔ جو شخص ملکی خصائل اپنے اندر پیدا کرلیگا۔ اس سے ملائکہ کا تعلق زیادہ ہوگا۔ اور ملائکہ کا پرتو اسپر زیادہ پڑیگا ۔

ملائکہ کی ایک صفت ہے لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون (۶۶-۷) وہ اللہ کے احکام کی پوری فرمانبرداری کرتے ہیں اور ان احکام کے بجالانے میں ذرا بھر بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ یہی صفت انسان اگر اپنے اندر پیدا کرلے تو فرشتوں کا تعلق اس سے بہت زیادہ بڑھ جائیگا۔ لیکن اپنے تعلق کو ملائکہ کے ساتھ وسیع کرنے کا یہ ذریعہ تو خاص لوگوں کے لئے ہے۔ عام لوگوں کے لئے بھی ذرائع ہیں جن سے وہ ملائکہ سے اپنا تعلق پیدا کرسکتے اور بڑھا سکتے ہیں ۔

ملائکہ کے ساتھ تعلق کس طرح پیدا ہو؟

پہلا طریق - حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں - کہ انسان ان پاک لوگوں کے پاس بیٹھے - جن پر ملائکہ بلکہ ملائکہ میں سے بھی جبریل کا نزول ہوتا ہے - ان کی ہر بات سے - ہر قول سے ہر فعل سے جبرائیل کی روشنی نکلتی ہے - اور انسان کے دل پر اثر کرتی ہے - اور اس طرح سے بالواسطہ انسان کے دل پر فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے - اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے - کونوا مع الصادقین - نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کرو ÷

دوسرا طریق - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا - جیسے فرمایا - ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علے النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلموا تسلیمًا - (۳۳-۵۶) فرمایا اے مومنو! اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں - اس لئے تم بھی نبیؐ پر درود بھیجو - تاکہ تمہیں ملائکہ سے مشابہت حاصل ہو اور تاکہ اس درود کے صلہ میں خدا کے ملائکہ تم پر درود بھیجیں - جیسے فرمایا - یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا وسبحوہ بکرۃ واصیلاً - ھوالذی یصلی علیکم وملٰئکتہ الخ (۳۳-۴۱) پہلے تو یہ فرمایا - کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اس لئے تم بھی اس پر درود بھیجو اور اس جگہ فرمایا - کہ اس درود کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تم پر درود بھیجیگا - اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - کہ وہ دعا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد نہ ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجا گیا ہو قبولیت سے بہت دُور رہتی ہے ÷

تیسرا طریق - ہر چیز کو اپنی جنس سے محبت اور تعلق ہوتا ہے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - لوکان فی الارض ملٰئکۃ یمشون مطمئنین لنزّلنا علیھم من السماء ملکًا رسولًا - (۱۷-۹۷) فرمایا - اگر زمین کے لوگ ترقی کرتے کرتے ملائکہ خصلت ہوجاتے تو ہم ان پر ملائکہ ہی اتارتے - اسمیں یہ اشارہ کیا گیا ہے

کہ ملائکہ اپنی جنس کے لوگوں پر اترتے ہیں۔ پس تیسرا طریق ملائکہ سے تعلق بڑھانے کا یہ ہے۔ کہ ان سے مشابہت پیدا کی جائے اور وہ کئی طرح سے ہو سکتی ہے۔

الف۔ تبلیغ کے ذریعہ فرشتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ کیونکہ ملائکہ کا اپنا کام بھی خدا کے نبیوں اور ماموروں کے مشن کی اشاعت کرنا ہی جیسے فرمایا:۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ یعنی جب میں ایک شخص کو کامل کر کے دنیا میں بھیجوں تو تم اسکے احکام کی یعنی اس کے مشن کی اس کامل طور پر اشاعت کرو کہ گویا تم اس کو سجدہ کر رہے ہو (اس آیت کی نہایت لطیف تفسیر اسی مضمون کے پہلے حصے نمبر جولائی میں دی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو)

ب۔ توحید کی اشاعت کرنے سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے کیونکہ ملائکہ کا کام بھی توحید کی اشاعت کرنا ہے۔ فرمایا۔ شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم (۳-۱۶) چھوٹے طور پر بھی جو لوگ توحید کی اشاعت کرتے ہیں۔ ملائکہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ آریوں کو تمام ہندوؤں میں اسی لئے زیادہ کامیابی ہوئی ؎

ج۔ تیسرا ذریعہ ملائکہ سے مشابہت پیدا کرنے کا یہ ہے۔ کہ انسان عفو اور درگذر سے زیادہ کام لے اور بدظنی کو چھوڑ دے۔ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنا اور عفو سے کام لینا ملائکہ کو کھینچتا ہے کیونکہ یہ بھی ان کا ایک کام ہے۔ جیسے ملائکہ کے متعلق۔ فرمایا۔ یستغفرون لمن فی الارض۔ ملائکہ دنیا کے تمام لوگوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ پس جو شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے ملائکہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں ؎

د۔ تسبیح تحمید اور ذکر الٰہی کرنے سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی تسبیح کرنا بھی ان کا ایک کام مقرر کیا گیا ہے وتری الملئکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم۔ (وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں) اس کا ثبوت

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے ملتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ جہاں خدا کا ذکر ہو رہا ہو۔ وہاں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے آگے ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ذکر سرّی (پوشیدہ ذکر جو انسان اکیلا بیٹھکر کرتا ہے) ذکر جہری۔ یعنی لوگوں میں اللہ کا ذکر کرنا۔

نوٹ:۔ ان کتابوں کو پڑھنے سے بھی ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو ملکی تحریکوں کے ماتحت لکھی گئی ہوں۔ براہین احمدیہ خاص طور پر ملائکہ کی تحریک کے ماتحت لکھی ہوئی ہے۔

چوتھا طریق۔ جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو وہاں جانے سے بھی ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اس کی آسان مثال جمعہ میں باقاعدہ پہلے جانا۔

پانچواں طریق۔ ظاہری طہارت بھی ملائکہ کے نزول کا باعث ہوتی ہے ناپاک اور گندے کپڑوں میں رہنے سے۔ غلیظ اور بدبودار چیزیں استعمال کرنے سے۔ غلیظ جانوروں کے ساتھ کھیلنے وغیرہ سے فرشتے بہت نفرت کرتے ہیں۔

چھٹا طریق۔ خلیفہ کے ساتھ تعلق۔ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ وقال لھم نبیّھم ان اٰیة ملکه ان یاتیکم التابوت فیه سکینةٌ من ربکم وبقیّة مما ترك اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحمله الملٰئکة الخ پس خلیفہ کے ساتھ تعلق اور وابستگی پیدا کرنے سے بھی ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔

تمّت

نوٹ:۔ مَیں نے حضرت خلیفة المسیح ثانی کی معرکة الآراء تقریر سالانہ جلسہ ۱۹۲۰ء کا خلاصہ اپنے بھائیوں کی آسانی اور دوبارہ یاددہانی کیلئے ریویو کے تین نمبروں (جولائی۔ اگست اکتوبر) میں شائع کیا ہے۔ اور گو اس خلاصہ کے تیار کرنے میں مَیں نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ مگر چونکہ یہ خلاصہ میرے اپنے الفاظ میں ہے۔ اس لئے ظن غالب ہے۔ کہ اس میں غلطیاں بھی ہونگی اگر کسی صاحب کو کہیں کوئی سقم معلوم ہو۔ تو اسکو میری قلت فہم اور کمی استعداد کیطرف ہی منسوب کیا جائے۔

(خاکسار غلام فرید)

عیسائیت کا زوال

اگر مذہب کی ترقی و تنزل کا انحصار محض انسانی محنت۔ سعی و کوشش پر ہی ہوتا اور صداقت کی مدد اور بطالت کی مخالفت میں دست قدرت کا کوئی دخل نہ ہوتا۔ تو آج خدائے واحد کی زمین اس کے سچے پرستاروں سے بالکل خالی ہوتی اور ایک خدا کی مخلوق تین خداؤں کو ماننے والی ہوتی۔ جو کوشش تثلیث۔ کفارہ اور الوہیت مسیح جیسے گندے عقائد کی اشاعت میں عیسائیت کی طرف سے ہوئی ہے اس کی مثال کیا اس کوشش کے عشر عشیر بلکہ سینکڑویں اور ہزارویں حصے کی مثال بھی کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ تمام یورپ۔ اضلاع متحدہ امریکہ کینیڈا۔ اسٹریلیا۔ نیوزیلینڈ۔ افریقہ کا کثیر حصہ۔ تو پہلے ہی عیسائی تھا۔ لیکن پادری صاحبان کی تسلی آدم کی اولاد کے اتنے بڑے حصے کے کرسچن ہونے سے نہیں ہو سکتی تھی وہ تو تمام جہان کو مریم کے بیٹے کے آگے سجدہ عبودیت بجا لاتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ اور ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذرتا ہے یا یوں کہو کہ ۱۸۰۴ء کا وہ منحوس سال تھا جب مسیحی لوگوں نے زیادہ جوش و خروش سے اپنا کام شروع کیا اس کو زیادہ باقاعدہ کرنے کیلئے دکانفرسیں۔ کانگرسیں۔ لیگیں۔ کونسلیں۔ اور سوسائٹیاں بنائی گئیں۔ مسیحی پادری وبائی امراض کے کیڑوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گئے۔ اگر ایک طرف افریقہ کے ریگستانوں اور مردم خوار لوگوں میں عیسائی مبلغ اپنے مشن کی اشاعت کے لئے پہنچے۔ تو دوسری طرف ہمالیہ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں اور تبت کے اونچے میدانوں میں ان کی آواز سنی گئی اور دنیا کا کوئی خطہ ہندوستان۔ چین۔ جاپان۔ جنوبی امریکہ۔ وغیرہ ان کے مبلغوں سے خالی نہ رہا۔ پھر دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں مشن کالج اور بڑے بڑے قصبوں میں مشن سکول بنائے گئے۔ اور مشن کی طرف سے زنانہ سکول۔ زنانہ اور مردانہ ہسپتال کھولے گئے۔ اس کے علاوہ ہر چھوٹے گاؤں میں ایک ایک پادری مقرر کیا گیا۔ اور

یہ جوش ان کے مردوں تک ہی محدود نہ تھا۔ ان کی عورتیں اپنے جھوٹے مذہب کی اشاعت میں مردوں سے کسی طرح بھی پیچھے نہ تھیں۔ اور کثرت سے بندگان خدا کو گمراہ کرنے میں اپنی جانوں پر کھیل گئیں۔ پھر بدقسمتی سے اس مذہب کی پُشت پناہ بڑی بڑی سلطنتیں تھیں اور روپیہ پانی کی طرح اس راہ میں بہایا گیا چنانچہ امریکہ کی صرف ایک عورت نے مرتے وقت ایک کروڑ روپیہ مشن کو دیا۔ روپیہ اور سلطنت کی مدد سے بہت سے دنیا پرستوں کو معزز عہدوں خوبصورت عورتوں اور روپیہ کے لالچ سے ورغلایا گیا۔

الغرض کیا کچھ نہیں جو مسیحی لوگ اپنے مذہب کی اشاعت میں نہیں کر گذرے اگر صرف برٹش اور بائیبل فارن سوسائٹی کی رپورٹ کو ہی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پچھلے ۱۱۷ سال کے عرصہ میں (یعنی ۱۸۰۴ء سے لیکر جب یہ سوسائٹی بنائی گئی) بائیبل کا ۵۴۳ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اس سے پہلے صرف ساٹھ زبانوں میں بائیبل کے صرف بعض حصوں کا ترجمہ ہوا ہوا تھا۔ اور اب اسی سوسائٹی کے زیر اہتمام پادری ڈاکٹر کلغور ایک چھوٹی سی کتاب تیار کر رہا ہے جس میں بائیبل کی ایک آیت کا ترجمہ ان سب ۵۴۳ زبانوں میں موجود ہوگا۔ پھر اس عرصہ میں ۳۲ کروڑ بائیبل کے نسخے تمام دنیا میں تقسیم کئے گئے۔ اور ابھی انہوں نے اپنی کوششوں میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ بلکہ ہر چھ یا سات ہفتوں میں ایک نئی زبان میں بائیبل کا ترجمہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اسوقت فارن بائیبل سوسائٹی کے علاوہ دوسری سائیٹیوں سے جو تمام بائیبل یا بائیبل کے بعض حصوں کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے ہیں ان کی تعداد ۷۰۰ ہے۔ طلباء کا طبقہ بسبب اپنے خیالات کی آزادگی اور مذہب سے بیگانگی کے ہمیشہ سے ان لوگوں کی کوششوں کا زیادہ تختہ مشق رہا ہے۔ اور صرف ۱۹۲۰ء کے سال میں ہی ہندوستان کے ۱۲۰۰۰ طلباء کو بائیبل کے نسخے مطالعہ کیلئے دیئے گئے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آئے دن نئے نئے طریقے اشاعت کے ایجاد کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے سال اگست کے مہینہ میں سوئزرلینڈ

میں پادریوں کی ایک مجلس جس میں یورپ - شمالی امریکہ - افریقہ - ایشیاء - اسٹریلیا - کے بڑے اعظموں کے چالیس ملکوں سے ۱۲۰ نمائندے شامل ہوئے اس مقصد کے لئے منعقد ہوئی - کہ مسیحی طاقتوں کو یکجا کرنے کے لئے عالم عیسائیت کی ایک مذہبی کانفرنس (World Conference on faith & order) منعقد ہو تاکہ متحدہ طاقت سے غیر عیسائی دنیا پر حملہ کیا جائے - اور اس کانفرنس کے امور ضروریہ کو سوچنے کے لئے ۵۵ ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی جس میں اضلاع متحدہ امریکہ ہندوستان - جاپان - اسٹریلیا - انگلینڈ - قسطنطنیہ - چین - روس - سرویہ - یونان - بلغاریہ - رومانیہ - جرمنی - سویڈن - ڈنمارک - ناروے - ہنگری - کینیڈا - سوئٹزرلینڈ - سکاٹ لینڈ وغیرہ وغیرہ کے نمائندے شامل ہیں - یہی وہ خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں ہیں جن کو آج سے کئی ہزار سال پہلے حضرت نوحؑ کی آنکھ نور نبوت سے دیکھ کر ڈر گئی تھی اور آپ سے لیکر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء اس خطرناک اور ایمان سوز فتنہ سے اپنی اپنی قوموں کو ڈراتے آئے جسکی طرف حدیث میں ان الفاظ :- ما من نبیّ الا وقد انذر قومہ الدجّال میں اشارہ ہے - اور یہی وہ فتنہ ہے جسکو پاش پاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا - اور اس نے اس احسن طریق سے اپنے خداداد علم واثر اور خدائے تعالیٰ کے دیئے ہوئے طریقوں سے اس مذہب کا قلع قمع کیا - کہ آج عیسائیت کے پادری بھی اسکے کھوکھلے پن کو جان چکے ہیں - چنانچہ رسالہ "دی بائیبل ان دی ورلڈ" نمبر ستمبر میں ایک صاحب ٹی - ایچ - ڈی لکھتے ہیں - کہ "ہم یہ بات بغیر خوف تردید کے کہہ سکتے ہیں - کہ دنیا کی تمام کتابوں میں انجیل سب سے بڑھکر اعجازی اثر اور ایک خارق عادت کشش اپنے اندر رکھتی ہے - اور دنیا کو مجبوراً اس امر کا اقرار کرنا پڑتا ہے خواہ کوئی اس بات کو دلائل سے ثابت نہ کر سکے - اور نہ کسی دوسرے شخص کو بتلا سکے کہ اس اعجازی

کشش اور اثر کے کیا وجوہات اور بواعث ہیں " یہ تو میں ابھی دکھاؤنگا۔ کہ پادریوں
کی ان تھک کوششوں کے باوجود دنیا بائیبل سے متنفر ہوئی جا رہی ہے۔ یا اسکی
طرف کھچی آرہی ہے لیکن صاحب موصوف انجیل کی معجزانہ طاقت کا اظہار کرتے ہوئے
بھی اس بات کے اقراری ہیں۔ کہ جو شخص بھی بائیبل کی اس معجزانہ کشش سے کھچا
جاتا ہے وہ دوسرے کو نہیں بتلا سکتا۔ کہ بائیبل میں کونسی قوت مقناطیسی ہے
جس نے اسے باوجود مقابلہ کے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ خدا کے پاک (لیکن محرف)
کلام کی کونسی ادا ہے۔ جس نے اسے فریفتہ کیا ہے اور یہ دبی زبان سے اس
امر کا اقرار ہے۔ کہ انجیل میں کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جو کسی صاحب عقل و ہوش
اور سچے دل سے متلاشی حق (نہ کہ طالب جاہ و حشمت دنیا) پر اثر کر سکے۔
کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کسی دوسرے انسان کا اسیر عشق ہو چکا ہو
اور وہ دوسروں کو بتلا نہ سکے کہ اس کی کس ادا نے اسے فریفتہ کیا ہے۔ اسی طرح
یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ ایک شخص اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر ایک دوسرا مذہب
اختیار کرے۔ اور وہ دوسروں کو یہ نہ بتلا سکے۔ کہ اس کے نئے اختیار کردہ
مذہب کی تعلیم میں وہ کونسا جادو ہے جس نے اسپر اپنا اثر کیا ہے یعنی یہ کہ جو
عقائد وہ بتلاتا ہے۔ وہ فطرت سلیمہ اور عقل صحیحہ کے مطابق ہیں۔ یا جو طریقہ
عبادت اس مذہب نے تجویز کیا ہے وہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ
تک پہنچنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ یا اسکی روحانی و اخلاقی تعلیم لاثانی ہے۔
یا اس مذہب کے بانی کی شخصیت ایسی کامل ہے۔ کہ اس کی نظیر دوسرے انبیاء
میں نہیں پائی جاتی یا اس مذہب کی مذہبی کتاب مضامین۔ طرز بیان اور ادب کے
لحاظ سے دوسرے مذاہب کی کتابوں پر ایک نمایاں فوقیت رکھتی ہے۔
پس یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک شخص محبوب حقیقی کی تلاش اور اس سے ملاقات
کی خواہش میں اپنے مذہب کو چھوڑ کر انجیل کا مذہب اختیار کرے۔ اور پھر وہ

ہو نہ بتلا سکے۔ کہ اپنے مذہب کے مقابلہ میں اس نے کونسی خوبی انجیل میں دیکھی ہے جس نے اسکو اپنا متوالہ بنا لیا ہے۔ لیکن بقول مسٹر ٹی۔ ایچ۔ ڈی عیسائیت کا فریب خوردہ نہیں بتلا سکتا۔ کہ انجیل کی کس کشش نے اس کو کھینچا ہے۔ اور بتلائے بھی وہ کیا جب انجیل سوائے اس کے کہ ایک شخص (جو اپنے حالات کے لحاظ سے دنیا کیلئے ہرگز کامل نمونہ نہ تھا) کی زندگی کے چند سالوں کی نامکمل اور پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہوئی تاریخ ہے اور کچھ نہیں۔ شاید انجیل کی اس زبردست کشش کا سبب یہ ہو۔ کہ وہ اس عاجز اور کمزور انسان کو جس کی یہ غیر معتبر سوانح عمری ہے۔ قادر مطلق خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیکر پھر اس پر شرافت سے گرے ہوئے الزامات بھی لگا دیتی ہے۔ یا شاید اس کی اس معجزانہ کشش کا باعث کفارہ اور تثلیث کے بیہودہ اور خلاف عقل عقائد ہوں۔ لیکن ان باتوں میں تو ایک سنجیدہ اور متین انسان کے لئے کوئی وجہ کشش کی پائی نہیں جاتی ہاں پادری صاحبان میں ایک زبردست کشش ضرور ہوتی ہے اور یہ انجیل کی نہیں بلکہ پادری صاحبان کی کشش ہے جو دنیا کے پرستاروں اور پیسے کے غلاموں کو کھینچ لاتی ہے۔ اور وہ کشش کیا ہے اسکو تمام تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ جانتا ہے۔

اب میں واقعات سے بتلاتا ہوں۔ کہ دنیا انجیل اور عیسائیت کی طرف کھچے آنیکی بجائے اس سے متنفر ہوئی جا رہی ہے۔ اور سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ اس سفلی دنیا کی دولت و عزت کو قرار دیا ہے۔ ہر سنجیدہ انسان قطع نظر اس کے کہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں اس سے متنفر ہوا جا رہا ہے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو میں کہونگا۔ کہ اس موجودہ دجل کی اشاعت میں امریکہ نے باقی سب عیسائی ممالک سے بڑھکر حصہ لیا ہے اور اس سے دوسرے درجہ پر انگلینڈ ہے اور اب عیسائیت کی مخالفت میں اور اس کو

بیخ وبن سے اکھیڑ پھینکنے میں خدا کے فرستادہ کی جماعت کے بعد امریکہ ہی سب عیسائی ممالک سے بڑھکر زیادہ حصہ لے رہا ہے اور اس کے بعد یورپ جس کے ممالک میں سے روس اور انگلینڈ کا ایک کثیر حصہ عیسائیت سے متنفر ہو چکا ہے اور ہوا جا رہا ہے۔ اور صرف عام لوگ ہی نہیں بلکہ عیسائیت کے بڑے بڑے علم بردار اب اس کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ ماہ اگست میں آجکل کے مذہبی لوگوں ... ... کی ایک کانگرس کیمبرج میں منعقد ہوئی۔ اس میں بڑے بڑے مسیحی پادریوں نے الوہیت مسیح کے خلاف زبردست تقریریں کیں۔ اور الوہیت مسیح عیسوی مذہب کا وہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے کہ جس پر اس مذہب کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ ان تقریروں کا ذکر کرتے ہوئے لنڈن کا اخبار ڈیلی گریفک ۱۵ اگست ۱۹۲۱ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔ "کل (۱۴ اگست) لنڈن کے سینکڑوں گرجوں میں ایک عجیب آیتوار تھا۔ وجہ یہ کہ دو اعلیٰ درجہ کے معزز پادریوں ڈاکٹر رشڈل ڈین آف کارلائل اور ڈاکٹر بیتھون بیکر اور لیڈی مارگریٹ پروفیسر آف ڈیوینیٹی نے عیسائیت پر بم کا گولہ گرایا تھا۔" یہ بم کا گولہ کیا تھا۔ جو مذکورہ بالا معزز ترین عیسائی پادریوں نے عیسائیت پر گرایا؟ وہ یہ تھا کہ اول الذکر پادری صاحب نے کہا۔ "یسوع مسیح ایک انسان تھا۔ جس کا جسم انسانی تھا۔ جس کی روح انسانی تھی۔ جس کا دماغ انسانی تھا۔ اور جس کی خواہش انسانی تھی۔ اگر اس کا کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا تاریخی طور پر ثابت بھی ہو جائے۔ تو بھی یسوع کی الوہیت کا ثبوت نہیں ہوگا۔" موخر الذکر پادری نے کہا۔ "ہمیں اس پرانے عقیدہ کو بکلی ترک کر دینا چاہیئے۔ کہ یسوع مسیح کا وجود انسانی نہیں تھا۔ بلکہ خدا کا وجود تھا۔" کیا میں مسٹر ٹی۔ ایچ۔ ڈی سے یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ دنیا انجیل کی تعلیم کی طرف کھچی آرہی ہے یا وہ لوگ بھی جن کے سپرد انجیل کی تعلیم کی اشاعت تھی اب اسکے بتائے

ہوئے عقائد کو لغو اور بیہودہ سمجھ کر ٹھکرا رہے ہیں ؟

کیا مسیحی مذہب کے ایسے ذی حیثیت اور ذی رتبہ اور اپنے علم کے لحاظ سے عوام اور خواص میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے والے پادری صاحبان کا عیسائیت کے بنیادی مسئلہ کے خلاف لنڈن کے دس لاکھ باشندوں کے سامنے نہایت آب و تاب سے اور بغیر کسی رکاوٹ اور ہچکچاہٹ کے تقریر کرنا اس بات کو روز روشن کی طرح ثابت نہیں کرتا۔ کہ دنیا تو انجیل کی مقناطیسی قوت سے کیا کھچا جاتا ہے۔ مسیح کی اپنی بھیڑیں بھی اب اسکے باڑے سے نکل نکل کر بھاگی چلی جا رہی ہیں۔ کیا یورپ میں عیسائیت کے سب سے بڑے مرکز کے دارالخلافہ میں زبردست شخصیت والے پادریوں کا ایک عظیم الشان اجتماع میں اور ایسے اجتماع میں کہ جس کا عشر عشیر بھی کبھی اس سے پہلے کسی پادری کو نصیب نہیں ہوا۔ تقریر کرنا اور پھر اس تقریر کو دس لاکھ آدمیوں کا نہایت توجہ اور شوق سے سننا اس بات کا ناقابل تردید ثبوت نہیں ہے کہ وہ دس لاکھ انسان بھی عیسائیت کو دل سے خیرباد کہہ چکا ہوا ہے؟ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"لنڈن کوئی مذہبی شہر نہیں ہے۔ چند سال ہوئے جبکہ باحتیاط حساب لگانے سے یہ معلوم ہوا۔ کہ لنڈن کی عبادت گاہوں میں دس میں سے ایک سے زیادہ لوگ بھی کسی آیتوار گرجا نہیں گئے (اب تو حالت اور بھی ابتر ہے) لیکن کل بہت سے مقامات پر خاص طور سے کثرت سے لوگ دیکھے گئے جو یہ سننے کے لئے آئے تھے۔ ان اعلیٰ درجہ کے لوگوں کی باتوں کے جواب میں گرجا میں لیکچر دینے والے پادری صاحب کیا کہتے ہیں" ممکن ہے کہ عیسائی مذہب کے ناپاک اصولوں کی محبت میں اندھا ہوا ہوا پادری کہدے۔ کہ مذکورہ بالا پادری صاحبان اپنی قابلیت کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے ان کی رائے کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اول تو دس لاکھ آدمیوں کا ان کی تقریریں سننے کیلئے

آنا اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ کہ کم از کم انگلینڈ کے دار الخلافہ میں ان لوگوں کو بڑی عزت حاصل ہے۔ لیکن اخبار ڈیلی گریفک ان کی حیثیت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

"یہ دونوں پادری دماغی علوم میں نہایت اعلیٰ رتبہ رکھتے ہیں۔ ریورنڈ رشڈل۔ کارلائل کا چار سال تک ڈین رہ چکا ہے۔ وہ ایک درجن القاب اپنے نام کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور تمام قسم کے لیکچرشپ اور فیلوشپ کی عزت اس کے علاوہ ہے نیز ایک درجن کے قریب مذہبی کتابوں کا مصنف ہے۔ ریورنڈ بیتھون بیکر بھی عیسائی عقائد کے متعلق ایک درجن کے قریب کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کا دل پسند تفریحی کام باغبانی اور مچھلیاں پکڑنا ہے۔ اور یہ بھی بہت سے ممتاز انعامات بحیثیت پادری ہونے کے رکھتا ہے۔" ان تقریروں کا لوگوں پر کیا اثر ہوا۔ اسکے متعلق مسٹر بورچر کہتے ہیں "ڈین آف کارلائل کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ اگر صحیح ہے۔ تو یہ عیسائی گرجوں کے درمیان بہت خطرناک بمب کا گولہ پھینکا گیا ہے۔ اگر اس کی بات صحیح مان لی جائے۔ تو گویا کرسچن اور کیتھولک چرچ کا ماتمی گھنٹہ بج گیا۔ یسوع مسیح اگر فی الواقعہ خدا نہ تھا۔ تو وہ بہت بڑا تاریخی افتراپرداز تھا۔ اور دوسری طرف اگر وہ خدا کا بیٹا نہ تھا۔ تو تمام بائیبل بے معنی ٹھیرتی ہے۔" پھر مسٹر موصوف کہتے ہیں :۔

"وہ نکتہ خیال جو ڈین آف کارلائل نے پیش کیا ہے۔ جو کہ یسوع کو صرف انسان ہونے کے درجہ پر گراتا ہے ایسا قطعی طور پر الہام (بائیبل) کے خلاف ہے کہ اگر اسے مان لیا جائے تو بہتر ہے۔ کہ جسقدر جلدی ہوسکے عیسائی چرچ اپنے دروازے بند کرلے۔ کیونکہ اس حالت میں ہمارا تمام مذہب ایک وحشیانہ فسانے پر مبنی ہے۔"

ان مذکورہ بالا معزز پادریوں کے علاوہ بھی بعض پادریوں نے بھی

مذہب کے بخیئے اُدھیڑے ہیں۔ چنانچہ ریورنڈ آر۔ جی پرسن کہتے ہیں:۔ "یسوع مسیح ایک انسان تھا حقیقی طور پر بالکل پورے طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے انسان تھا۔ اور فلسطین کا ایک یہودی جو کہ زندگی اور خواہشات کی ان شرائط اور حدود میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا تھا۔ جو اس کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھیں" ریورنڈ کلیرنس مے کہتے ہیں:۔ "الوہیت مسیح کا مسیح نے صاف طور پر کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ گو اس کی زندگی اور الفاظ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے۔ ہمارے خداوند یسوع کے اولین پیرو اسے انسان ہی سمجھتے تھے۔ اور اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن زیادہ اہل علم محققین نے اس میں اس طرح خدا کو دیکھا۔ کہ خدا کا الہام انسان کے دل میں نازل ہوتا تھا"

اگر عیسائیت کے معز زپادریوں کے اس کھلے بیان کے بعد بھی مسٹر ٹی۔ ایچ۔ ڈی کے سر سے یہ خیال نہیں نکلا۔ کہ بائیبل میں ایک زبردست مقناطیسی قوت ہے جو تمام دنیا کو اپنی طرف کھینچے لا رہی ہے۔ تو مَیں اس کی غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے اسکولنڈن کے بشب اور ڈرہم کے بشب اور مسٹر جیمز ڈگلس کی آراء کی طرف توجہ دلاؤنگا جو انہوں نے حال ہی میں عیسائیت کے متعلق ظاہر کی ہیں۔ بشب ہینلے ہن سن آف درہم ڈیلی ٹیلیگراف میں لکھتے ہیں:۔

"میرا یہ خیال ہے۔ کہ ہم جس زمانہ میں سے گذر رہے ہیں اس میں دانستہ یا نادانستہ طور پر مذہب کو دُور پھینکا جا رہا ہے۔ اور عیسائی مذہب کا بیج ایک پتھریلی زمین پر ڈالا گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جو عیسائی طور وطریق کے موافق نہیں۔ اور ہمیں اس بات کی نہایت ایمانداری سے تصدیق کرنی چاہیئے۔ کہ موجودہ حالات زمانہ اور رجحانِ قلوب بہت حد تک عیسائیت کے خلاف ہے۔ پاکیزگی اور بہبودئ خلق کے کام ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔ اور مذہب کے ذرائع خواہ ذاتی ہوں یا مادی کم ہوتے جا رہے ہیں" یہ یاد رکھنا چاہیئے

کہ اس تحریر میں "مذہب" سے مراد عیسائیت ہے جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔

مسٹر جمیس ڈگلس ڈیلی اکسپریس میں لکھتے ہیں:۔ "ہمارے ملک کے پرانے گرجوں کے منار اور ان کی کلسیں اس بات کی شہادت دے رہی ہیں۔ کہ جس مذہب کی یہ عبادت گاہیں تھیں وہ اب مردہ اور سرد ہو گیا ہے۔ گرجے خالی پڑے ہیں اور ان کے گھڑیال مسیحی لوگوں کو عبادت کی طرف بلانے کے لئے خاموش ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ انگلستان کے پاس خدا کی عبادت کے لئے کوئی وقت نہیں ہے، اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ بعض گرجے خالی نہیں ہیں۔ اور بعض ان میں سے عبادت کرنے والوں سے بھرے ہوئے بھی ہیں لیکن یہ استثناء کے طور پر ہیں۔ میں نے اپنی تمام عمر میں مذہب (عیسائیت) کو اس حالت زوال میں نہیں دیکھا۔ اور نہ کبھی قوم (انگریز قوم) کی مذہبی نبض اس قدر کمزور چلتی دیکھی ہے۔ میرے نزدیک گرجا جانا اخلاقی زندگی کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ ہم اپنے گرجوں اور معابدوں کو بند کر کے بھی اپنی روح کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔ مگر اس وقت قوم کی روح مذہبیت سے خالی ہے۔ انگلستان کے پاس خدا کے لئے کوئی وقت نہیں ہے"

بشپ آف لنڈن مارننگ پوسٹ میں انگلستان کی لامذہبی اور اخلاقی موت کے متعلق لکھتا ہے:۔ کہ یہاں طلاق اور شراب نوشی کا بازار گرم ہے اور اگست ۱۹۱۹ء سے لیکر اواخر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء تک مے نوشی سے مدہوشی کے جرم میں فرد جرموں کی تعداد ۲۳۰ فیصدی ترقی کر گئی ہے اور عورتوں پر اسی جرم میں فرد جرموں کی تعداد میں ۱۲۴ فیصدی کی ترقی ہوئی ہے اور جنوری سنہ ۱۹۲۰ء سے لیکر اگست ۱۹۲۰ء تک تمام آبادی میں اس جرم میں ۲۴۹ فیصدی کی ترقی ہوئی ہے اور صرف عورتوں میں ۱۵۴ فیصدی کی۔ گو جنوری سنہ ۱۹۲۱ء سے بسبب قحط یا اور ایسی وجوہات سے کچھ قدر کمی واقع ہوئی ہے۔ اور کیا بلحاظ اس کے

کہ والدین اپنے بچوں کو ایک غریب پیشہ اختیار کرنے سے بددل کر رہے ہیں۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ طلباء باقی پیشوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ سمجھکر خود ان کی طرف کھچے جا رہے ہیں یونیورسٹی کے بہت کم طلباء سے اب پادری بننے کے متعلق درخواستیں آ رہی ہیں۔"

یہ تو وہ درگت ہے جو مسیحیوں کے خدا۔ اس کی تعلیم اور اسکے اعجازی اثر رکھنے والی تعلیم کی یورپ میں عیسائیت کے سب سے بڑے مرکز کے دار الخلافہ میں بنائی گئی ہے۔ اب میں نئی دنیا کے اخبارات سے دکھاتا ہوں۔ کہ امریکہ میں عیسائیت کا اس سے بھی زیادہ بُرا حال ہو رہا ہے۔ اور بائیبل اسکی تعلیم اور اسکی خدمت سے جسقدر امریکہ کے ممالک کو بُعد ہو رہا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل رپورٹوں سے نہایت واضح طور پر ظاہر ہے۔ نیویارک امریکہ کے نہایت مشہور و معروف شہر کا زبردست اخبار ٹروتھ سیکر اپنی ۲۹ جولائی کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

"اخبار لٹریری ڈائجسٹ رقمطراز ہے۔ کہ بسبب فقدان طلباء کلیسا خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سال آئندہ میں دس ہزار پراٹسٹنٹ گرجاؤں کے ممبر خالی پڑے رہیں گے۔ اور یہ حقیقت ان گوشواروں سے واضح ہوتی ہے۔ جو مختلف مدارس دینیات نے ایسے طلباء کی حاضری کے متعلق شائع کئے ہیں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اُن مشکلات۔ دشواریوں اور دقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جن سے ان موانعات کی وجہ سے کلیسیا کو پالا پڑنے والا ہے۔ عام طور پر حلقۂ کرستان میں سخت تشویش پھیل رہی ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنے آپکو مذہبی لیڈر تصور کرتے ہیں۔ باوجود اسکے کہ وہ ان دقتوں کے ازالہ میں کسی ممکن کوشش سے دریغ نہیں کر رہے۔ انکو سخت خوفزدہ اور حزن و آلام کا نخچیر بننا پڑتا ہے۔ اگرچہ یہ خوف اور اندیشہ بجائے خود بے چینی اور بیکلی کے پیدا کرنے

کے لئے کسی طرح کم نہیں۔ تاہم جب یہ حقیقت کالنقش فی الحجر لوحِ دِل پر ثبت ہو جائیگی کہ ان نقائص کے ازالہ کے لئے ان مدارس کے پاس مطلقاً کوئی ذرائع موجود نہیں ہیں۔ تو اس خطرہ میں اور بھی اضافہ ہو جانا یقینی ہے۔ بالخصوص یہ دیکھ کر کہ دوسرے تمام مدارس ترقیات کے مدارج طے کرتے ہوئے اپنے معراج کامل کی طرف قدم بڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ لوگ کلیسیا کی خدمت کی طرف سے اب بالکل بے پروا اور مستغنی ہو گئے ہیں۔ اور اس کو چھوڑ دینے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جانے ہی میں اپنی سلامتی سمجھنے لگے ہیں؟ اخبار نیویارک ایوننگ پوسٹ نے بھی گرجا کی اس خطرناک اور عبرت خیز حالت کو مطالعہ کر کے ایک ریمارک کیا ہے۔ کہ اس کی حالت اب ایسی نازک ہو چکی ہے۔ کہ قوم کی خاص توجہ اور تحقیق کی محتاج ہے۔ یہ نازک حالت کیوں ہوئی؟ اس کا وہ یہ جواب دیتا ہے۔ کہ اس عالمگیر جنگ کی وجہ سے عام طبائع پر سے مذہبی وقار اُٹھ گیا۔ اور مابعد کے غیر مطبوع تعلقات اس بے اعتقادی پر اور بھی جلا دینے کے موجب ہو گئے۔ علاوہ ازیں یہ دُشواریاں کلیسیا کی اس جدّوجہد اور کوشش کی طرف بھی منسوب ہو سکتی ہیں۔ جو اس نے کفایت شعاری کے مدِنظر رکھنے اور حتی الامکان اخراجات کے کم کرنے کے لئے کی ہیں۔ کلیسیا کی خدمت کے لئے مالی قربانیوں کی ضرورت تھی۔ اور ان مشکلات کی وجہ سے جو اچانک رونما ہو گئیں۔ لوگ ایسا کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اور اگر کوئی جوش ان کے سینوں میں دینی خدمات کے لئے مرکوز تھا تو وہ دبے کا دبا ہی رہ گیا۔ اب ایک طرف کلیسیا کی خدمت کا خیال۔ دوسری طرف اپنی ضروریات۔

نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فطرتاً ان کو کلیسیا کو چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اپنے بیان کو زیادہ وزنی بنانے کے لئے ہمعصر ایوننگ پوسٹ حسب ذیل شمار و اعداد بتاتا ہے :-

نقشہ شمار و اعداد

نام مدرسہ دینیہ	تعداد حاضری سنہ ۱۹۱۶ء	تعداد حاضری سنہ ۱۹۲۰ء	کمی جو واقع ہوئی
اے پس کو پالی ان	۴۶۳	۱۹۳	۲۷۰
جملہ مدارس پریس بی ٹیری ان	۱۱۸۸	۶۹۵	۴۹۳
میتھوڈسٹ	۱۲۲۶	۹۷۶	۲۵۰
کانگری گیشنل سکول	۴۹۹ (سنہ ۱۹۱۰ء)	۲۵۵	۲۴۴

حالانکہ سنہ ۱۸۷۰ء میں تمام مدارس میں جو پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک کے زیر انتظام تھی ۳۳۵۰۸ طلباء کی حاضری تھی۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء میں یہ حاضری ۱۰۵۸۸ ہوگئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنگ سے پہلے خاصی ترقی ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر رابرٹ کیلی صاحب نے بھی جو یونائٹڈ سٹیٹس میں محکمہ تعلیم کی چرچ بورڈ کے سکرٹری ہیں۔ ایک مفصل رپورٹ میں کلیسیا کی اس نازک حالت کا ذکر کیا ہے جس کو روزانہ نیویارک اس طرح بیان کرتا ہے:-

ملک بھر میں اسوقت پورے ۵۰۰۰ سٹیج پراٹسٹنٹ فرقہ کے خالی پڑے ہیں اور انکے علاوہ ۵۰۰۰ سٹیج آئندہ سال کو یا اسکے بعد اور خالی ہونیوالے ہیں۔ ان اسامیوں کو پُر کرنیکے لئے امسال جون میں صرف ۱۶۰۰ گریجوایٹوں کے نکلنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ پھر بعض گریجوایٹ ممالک غیر میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور بعض کی منشاء تعلیم جاری رکھنے کی ہے۔ اگر سارے کے سارے ۳۲۰۰ گریجوایٹ بھی فوری خدمت کے لئے اپنی خدمات کو پیش کرنیکے قابل ہوتے تو بھی موجودہ ضرورت کا قریباً نصف ہی پورا کر سکتے۔ تمام پراٹسٹنٹ فرقہ کے مدارس دینیات کا اگر جائزہ لیا جائے۔ تو آج مشکل سے ۵۵۰۰ طالب علم نکلینگے۔ کاش یہ تعداد گریجوایٹوں کی ہوتی! اور جو تعداد اسوقت موجودہ مدارس دینیات میں موجود ہے۔ کاش اس سے چہار چند انڈر گریجوایٹ طلباء رجسٹر حاضری پر مندرج ہوتے تاکہ کم از کم اس مانگ کو پورا کرنیکا مصالحہ تو موجود ہوتا جو بادی النظر میں دکھلائی دے رہی ہے!

یہ کمی تعداد طلباء میں کیوں واقعہ ہوئی اس کا ذکر ہارورڈ ڈی وِنیٹی سکول کی رپورٹ میں کسی قدر شرح و بسط سے کیا گیا ہے۔ جسکو اخبار ایوننگ پوسٹ یوں نقل کرتا ہے:-

کلیسیا کی مالی حالت میں زوال اور اسکے سوشل اثرات میں کمزوری اس تنزّل کے خاص وجوہ ہیں۔ علاوہ ازیں گذشتہ نصف صدی کے دوران میں جو مذہبی جانب سے لاپروائی عام طور پر ظہور میں آتی رہی ہے۔ اور خود گھر میں بھی جو مذہبی

زندگی کو نمایاں ضعف مستلزم ہوگیا ہے۔ وہ بالعموم۔ اور دیگر دنیاوی پیشوں کی تحریص اور تشویق بالخصوص اس امر کا باعث ہوئی ہے۔ کہ نوجوانوں کی طبائع کو اس طرف سے ہٹا کر نہایت سختی سے دوسرے مشاغل کی طرف راغب کردے۔ پس زمانہ حال کے پادری صاحبان کا یہ اہم ترین فرض ہے۔ کہ وہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان تمام واقعات کو منتظمانِ اعلیٰ کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں۔ اور انکی خدمت میں احسن پیرائے میں اس امر کا اظہار کردیں۔ کہ جبتک والدین اس امر کا بیڑا نہ اٹھائینگے کہ وہ اپنے قابل ترین بچوں کو کلیسیا کے اس اہم کام کے لئے وقف کرکے ہر ممکن ذریعے سے انکی مدد کریں گرجے کا کام بوجہ فقدانِ خلوص اور عدم حصول قابل اشخاص کے یقیناً یقیناً سخت خطرے میں اور معرض نقصاناتِ عظیمہ ہے۔ (ٹروتھ سیکر)

پھر یہی اخبار اپنی ۳۰ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

ایوننگ گائڈ اونیٹریو ایک طرف تو اس امر کا صاف الفاظ میں اقرار کرتا ہے۔ کہ مجھے غرض نہیں ہے۔ کہ میں خواہ مخواہ کینیڈا کے پروٹسٹنٹ پادریوں اور منادوں کی ان تبلیغی کارروائیوں پر کوئی تنقید یا تقریظ کروں جو وہ ان ممالک میں کر رہے ہیں جہاں دینِ مسیحی کے پرستار ابھی تک پائے نہیں جاتے مگر دوسری طرف وہ اس امر کے بیان کرنے سے بھی استحیا اور استعلام پسند نہیں کرتا کہ باوجود مذہبی غیر موافقت کے یہ لوگ جن میں تبلیغی کوششیں ایسی جوش اور سرعت سے جاری ہیں ظاہرہ حالات و کوائف میں ہم سے کوئی بڑا تخالف اور تباعُد بھی نہیں رکھتے۔

جس امر سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ ایک رپورٹ ہے جو ٹارنٹو کے پانچ مشن سکولوں کے متعلق حال ہی میں بائیبل کے امتحانوں کے متعلق شائع ہوئی ہے ہمعصر مذکور اس بات کے تذکرہ سے سخت افسوس کرتا ہے کہ اس رپورٹ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جو طلباء ان علاقہ جات کے مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جو ساری مملکت کے پروٹسٹنٹ صوبہ جات کی گویا جان اور روح رواں ہیں وہ

بائیبل کی تعلیم سے قطعاً معرا ہیں۔ اور یہ کہ مدیر ٹارنٹو سٹار (ایک اخبار کا نام ہے جو ٹارنٹو سے نکلتا ہے) اس افسوسناک خبر کی اشاعت کا ذمہ وار ہے۔

اس کا بیان ہے۔ کہ ایک ہزار طلباء میں سے ایک بھی ایسا نہ پایا گیا۔ جو توریت کے دس احکام کو صحت سے بیان کر سکا ہو۔ یا بارہ رسولوں کے نام بتانے کے قابل ہوا ہو۔ پچاس فیصدی سے زیادہ طالب علم روزمرہ کی دعا تک بھی صحیح نہ سُنا سکے۔ اور قریب قریب اسی نسبت سے طلباء یسوعی تین معروف اقوال کے نقل کرنے سے قاصر رہے۔ جو لڑکے سینٹ پال کے نوشتہ سے کچھ مطلب بیان کر سکے وہ صرف چند ایک تھے۔ صرف ایک فیصدی طلباء اس امر سے واقف پائے گئے کہ میتھوسلاہ نامی ایک شخص تھا۔ جسکو بائیبل نے سب سے پُرانا آدمی بیان کیا ہے۔ مگر یہ کہ اس کی صحیح عمر ۹۶۹ سال تھی اس سے اُن ایک ہزار طلباء میں سے صرف ایک واقف پایا گیا۔ اگر آپ ان کے سامنے بائیبل کے کسی مشہور و معروف قول کا آدھا حصہ رکھدیں اور ان کو کہیں کہ وہ اس قول کو مکمل پڑھ سنائیں تو بیس فیصدی سے زیادہ طلباء سے آپ کسی صورت میں توقع نہیں کر سکتے۔ کہ ایسا کر دکھلائینگے۔ ایک لڑکی سے یہ پوچھا گیا۔ کہ کسی اسرائیلی نبی کا نام بتاؤ۔ وہ اس معمولی سوال کے جواب میں اگر کچھ بول سکی تو یہ کہ "ایشی لیس" (Achilles)۔ بیس لڑکے اور لڑکیوں کو دینیات سے اسقدر کم واقفیت تھی، کہ جب ان سے یسوع کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے مسیح کو بجائے خدا کا اکلوتا بیٹا (Only born son) کہنے کے خدا کا بھلایا ہوا بیٹا (Only for-gotten son) کہدیا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی بیان کیا۔ کہ یسوع ہی تھا جس نے نوح کو طوفان کے آمد کی اطلاع دی تھی۔ موسیٰ نبی نے کشتی بنائی تھی۔ اور یہ کہ یوسف۔ دانیال۔ سلیمان۔ نوح۔ داود۔ یسعیاہ۔ اور سموئیل یسوع مسیح کے حواری تھے۔ اور یہ کہ وہ سب مصری تھے اور یہودی یا اسرائیلی کہلاتے تھے اور

آسٹنز بھی ایک اسرائیلی نبی تھا۔ انہوں نے آدم کی عمر ۲۲ سال کی بتائی۔ اور جب ان سے بلعم کے متعلق پوچھا گیا۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ نہ ہم کو بلعم کا کچھ پتہ ہے نہ اسکے الہامی گدھے کا۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ کالوری اور ارارات یسوع کی پیدائیش کی وجہ سے مشہور ہیں اور سینا اسوجہ سے مشہور ہے کہ اس سے آتش فشاں مادے خارج ہوتے رہتے ہیں۔ ایک لڑکی نے چھٹا حکم یوں بیان کیا۔ "تم وے کیا کرو جو میں کرتا ہوں۔ اور ہم پھر ملیں گے"۔ ایک طالب علم نے ایک سوال کے جواب میں یوں نغمہ سرائی کی۔ کہ "کنواری مریم یوسف کی ماں تھی"۔ ایک لڑکے نے رب سے بڑے بزرگ کی عمر ... ۵ سال کی بتائی اور ایک اور نے کہا۔ کہ وہ نبی جس کو مچھلی نے منہ میں ڈال لیا تھا۔ وہ یونس نہ تھا بلکہ دانیال تھا

ہمعصر پورٹ ہوپ (ایک اخبار کا نام ہے) اس رپورٹ کو مطالعہ کر کے سخت خوف زدہ ہوتا ہے۔ اور بیان کرتا ہے۔ کہ مجھ کو سمجھ نہیں آسکتی کہ اخبار سٹار کے رپورٹر نے بچوں کے جوابات کو خدا معلوم کس نظر سے ملاحظہ فرمایا ہے، کہ اس نے ان کا اس رنگ میں ذکر کیا۔

مگر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ٹارنٹو کے بچوں سے جو کچھ سرزد ہوا ہے وہ انہی کا حق تھا۔ ان سے اِس رنگ میں ایسا فعل ظاہر ہوا ہے۔ جس سے مختلف اقسام اور مختلف مشرب کے لوگوں کیلئے خاصی دل لگی کا سامان مہیا ہو گیا ہے۔ اگر وہ بائیبل کے سوالات کا جواب صحیح دیتے۔ تو یقیناً پریس ان کا نہایت عزت سے ذکر کرتا۔ مگر اب تو اُن کی شہرت میں کالموں کے کالم سیاہ کیئے جا چکے ہیں۔ اور ان کی یہ روش لکھوکھا انسانوں کی دل لگی اور مسرت کا باعث ہو رہی ہے۔ دنیا اب خوش ہے۔ کہ ان بچوں کی زیست اور اُن کا قیام اس کے لئے باعثِ دلچسپی ثابت ہوا۔ یہ دوسرا

سوال ہے کہ وہ دلچسپی کس طرح پیدا ہوئی ؟

جو لوگ بائیبل کی تعلیم کے حامی ہیں۔ وہ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ یہ تعلیم جاری رہے۔ نتائج خواہ کیسے ہی خطرناک اور راستی اور صداقت کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ مثلاً حال ہی میں ایک طالب علم نے خودکشی کرلی۔ جب اس کے متعلق تفتیش ہوئی تو ثابت ہوا۔ کہ بائیبل کی تعلیم سے وہ اسقدر زور سے متاثر تھا۔ کہ اسکو یقین ہو گیا تھا۔ کہ دنیاوی زیست باطل ہے۔ اور اس سے نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اپنی جان دیدے۔ جسکے خلاف بائیبل ایک لفظ بھی بیان نہیں کرتی۔

ایک اور واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حال ہی میں دو بھائیوں نے اسلئے اپنے آپ کو ایک زہریلے سانپ سے کٹوا لیا تھا کہ ان کو مرقس کی اس شہادت پر پورا ایمان تھا۔ جسمیں اس نے بیان کیا تھا۔ کہ یسوع نے اپنے ایک متبع کو اس لئے از سر نو زندگی بخشی تھی کہ اُس سے انکے اخلاص اور یسوع کے ایک نشان کا اظہار ہو۔ اس دنیا کے کاروبار اور ان کے نہایت عمدگی سے سرانجام ہوتے رہنے کے لئے بائیبل سے واقفیت حاصل کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ آرتھر بریسبین نامی رقم فرماتے ہیں کہ پریسبی ٹیرین فرقے کے لوگ اب ارادہ کر رہے ہیں۔ کہ پبلک سکولوں کی بجائے خالص بائیبل پڑھانے کے مدارس کی بنا ڈالیں۔ مگر اس کا نتیجہ جو اپنے وقت پر ظاہر ہوگا اس سے معلوم ہو جاویگا۔ کہ اُن کا قدم اب کیسی خوفناک منزل کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

صرف یہی نہیں۔ بائیبل کی تعلیم کوئی اخلاقی پہلو بھی اپنے اندر نہیں رکھتی۔ ایک بزرگ جو کئی سال تک جج کے عہدے پر کام کرتے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ ۳۰ سال کے اندر ایک مرتبہ بھی انہیں کسی ایسے شخص کے خلاف فرد جرم لگانے کا موقعہ نہیں ملا۔ جسے بائیبل کلاس میں شمولیت کا اعزاز حاصل نہ ہو چکا ہو ××××××

(ٹروتھ سیکر)

موپلوں کی بغاوت

ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے ماتحت ہمیشہ گورنمنٹ کی وفادار ہی رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی وفادار ہی رہیگی۔ اور گو اس وفاداری کے عملی اظہار میں ہماری جماعت کے بعض افراد کو اکثر اوقات سخت مصائب اور نقصانات کا سامنا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے پیارے مسیح موعودؑ کے احکام کی بجاآوری میں انکا پائے استقلال کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ پس ہمارے عملی اظہار وفاداری کو خوشامد پر مبنی سمجھنا سخت ظلم ہے۔ کیونکہ اس "خوشامد" سے ہمیں فائدہ کی بجائے ہمیشہ نقصان ہی ہوا ہے۔ اور پھر اس عملی اظہارِ وفاداری کے صلہ میں (جو ہم اپنے آقا کے احکام کی تعمیل میں کرتے ہیں نہ کہ گورنمنٹ کے خوف یا اس سے کسی انعام کی طمع میں) ہم کسی زمینی حکومت سے انعام پانیکے خیال کو سخت ذلّت خیال کرتے ہیں۔ باوجود ملک کی موجودہ حالت پر نظر کرکے یہ جانتے ہوئے کہ ملک کی آبادی کے اکثر حصّہ کے ساتھ ملنا یا کم از کم غیر جانبدار رہنا ہماری مفاد کیلئے زیادہ مفید ہے ہم اپنے فرض منصبی کی بجاآوری میں کسی نقصان سے ڈر نہیں کرسکتے۔ اور یہی ہماری جماعت کا ہمیشہ سے تعامل رہا ہے اور یہی انشاء اللہ رہیگا۔ اسکی تازہ مثال ملابار میں موپلوں کے فساد میں ہمیں ملتی ہے۔ اس فساد کا ذکر کرتے ہوئے ۱۸ ستمبر کا پاؤنیر رقمطراز ہے:۔ "جونہی ارند میں بغاوت شروع ہوئی۔ تو کنانور۔ کوڈلی۔ اور کالی کٹ کی احمدیہ جماعت (جو وہاں بہت قلیل تعداد میں ہے) نے ضلع اور کمشنری کے افسروں کی خدمت میں خطوط لکھے۔ کہ ہم اپنے برگزیدہ امامؑ کی تعلیم کی اتباع میں ہمیشہ سرکار کے وفادار ہیں۔ اور ہر قسم کی ممکن مدد فساد کے فرو کرنے میں ہر وقت دینے کو تیار ہیں"

ملکی صنعت کی قدر کرو
۱۸ ۱۹ء
مخصوص بازار
مقبول عام صنعتی تحفہ قادیان کا نایاب تحفہ
واہ ری مشین تو نے سیدی کی گرانی کر دی
ہر گھر میں آسانی کر دی۔ تیری رفتار نے
میدے کی سیویاں بنانیکی آہنی مشین
کے متعلق پبلک کی رائے
(نمبر ۱) سمندر کو کوزہ میں بند کیا ہے
جناب محمد حسین صاحب قانون گو لنڈن ضلع ملتان تحریر فرماتے ہیں آپکی مرسلہ پہلی مشین کو
دیکھکر ہر ایک سمجھدار انسان اس کا فریفتہ ہو گیا۔ اسیوجہ سے میں نے دوبارہ منگوائی تھی۔ مگر
آپنے کمال مہربانی سے ۱۶ عدد ارسال کر دیں۔ جنکی بابت میں آپکا مشکور ہوں۔ اب وہ ہاتھوں ہاتھ
لوگ لے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ جلدی اور منگوانی پڑینگی۔ مشین کی پختگی اور مضبوطی میں آپنے کمال
کیا ہے۔ سویاں خوب باریک نکلتی ہیں۔ اور بہت ہی کم محنت درکار ہوتی ہے۔ باوجود
ان خوبیوں کے وزن میں اس قدر کم گویا سمندر کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ آپکے دیانتداری
سے کام کرنیکی تعریف جسقدر کیجاوے کم ہے۔ امید ہے کہ آپکا کارخانہ ہندوستان بھر میں مشہور ہو جاویگا۔
(نمبر ۲) نعمت غیر مترقبہ
جناب بابو اکبر علی صاحب سب انجینیر سونا ملکی ضلع بلکورا تحریر فرماتے ہیں:- مرسلہ مشین
عید کے روز ملی مشکور ہوا۔ واقعی مشین سفر کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے ایک بڑی مشین ارسال فرما دیں۔
ایم فضل کریم عبد الکریم قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا